مسلسل اشاعت کے پچاس سال

ماہنامہ

الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلّہ

593 / ربیع ثانی ۱۴۳۶ھ، جنوری 2015ء

بیاد
شیخ الحدیث
مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

سرپرست اعلیٰ: مولانا سمیع الحق

مدیر اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِهٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر............ 50

شمارہ نمبر............ 04

ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

جنوری ۲۰۱۵ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: دینی مدارس کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ۔ خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیزؒ کی رحلت .... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- برطانیہ کے معروف اخبار ''گارڈین'' سے مولانا سمیع الحق صاحب کا خصوصی انٹرویو......ادارہ ۵
- میری علمی و مطالعاتی زندگی (خصوصی تحریر)............ حضرت مولانا محمد تقی محمد عثمانی ۱۰
- عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات.........مولانا حافظ عرفان الحق ۱۵
- دامادرسول ﷺ خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورینؓ...... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق ۲۷
- شریعتِ اسلامی میں توہین رسالت ﷺ کی سزا .... مولانا سعید الحق جدون ۳۴
- سب سے بڑا المیہ ....مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی ۴۷
- عصر حاضر میں اسلامی قوانین جنگ کی معنویت ......(۲)...... ڈاکٹر ریحان اختر قاسمی ۵۰
- ایشیاء کے قلب میں اتحاد کی دھڑکن!............جنرل مرزا اسلم بیگ ۵۷
- دارالعلوم کے شب و روز ....مولانا حامد الحق حقانی ۶۰
- تعارف وتبصرہ کتب .... ادارہ ۶۲

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔

فون نمبر: +92 923 -630435

فیکس نمبر: +92 923 -630922

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk

فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/30 روپے۔ سالانہ -/350 روپے۔ بیرون ملک 35$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق ' مهتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم مولانا راشد الحق سمیع

دینی مدارس کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ

امریکہ، مغربی ممالک اور ان کے دباؤ پر ہمارے حکمرانوں نے اس بات کا تہیہ کررکھا ہے کہ دنیا سے اسلام کی بچی کچھی طاقت اور مراکز دینیہ کی روح کو کسی نہ کسی طریقے سے ختم کی جائے۔ یوں تو اسلام روزِاول ہی سے دشمنوں، منافقوں اور طاغوتی قوتوں کا نشانہ ستم بنا رہا ہے لیکن امت مسلمہ اور اسلام پر اس سے پہلے اتنا کڑا وقت کبھی نہیں آیا تھا جیسا کہ موجودہ ستم ایجاد عہد میں اس کے ساتھ ہو رہا ہے۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ مسلمان خصوصاً دیندار طبقہ علماء، ائمہ مساجد، طلبا کرام اور سیاسی مذہبی جماعتوں کے کارکنان اس وقت سب سے زیادہ متاثر و مجبور ہیں اور الٹا انہیں انتہا پسند، دہشت گرد، جارح اور ظالم بھی کہا جارہا ہے۔ گزشتہ ایک دہائی سے زیادہ پاکستان عالمی اتحاد کا ساتھی بن کر جن مصائب اور مشکلات کا شکار بنا ہوا ہے، اور اس کی بھاری جانی و مالی قیمت چکا رہا ہے لیکن پھر بھی امریکہ و مغرب اِس سے خوش نہیں بلکہ اِن کی تمام تر توجہات و عنایات بھارت پر برس رہی ہیں جبکہ پاکستان سے ھل من مزید اور ڈومور کا مطالبہ کرتے کرتے دینی مدارس کے پاکستان میں اُبھرتے ہوئے کردار کو سمیٹنے اور انہیں بدنام کرنے کی سازشیں و عملی اقدامات زور وشور سے جاری ہیں جبکہ حقیقت میں دینی مدارس سے بڑھ کر محبِّ وطن طبقہ اور کون ہوسکتا ہے؟ پھر پشاور کے افسوسناک اور دلخراش واقعہ میں دینی مدارس کا کوئی بھی طالب علم یا مذہبی سیاسی جماعت کا کارکن اس میں ملوث نہیں ہے لیکن ایک خاص سازش اور مغربی منصوبے کے تحت اخبارات اور ٹی وی چینلز کے ذریعے عالم، طالب علم اور مدرسے کی کردارکشی دن رات جاری ہے۔ لیکن جس طرح نائن الیون کے بعد امریکہ اور یورپ میں اسلام تیزی سے پھیل گیا ہے، اِسی طرح گزشتہ ایک دہائی میں دینی مدارس میں طلباء کرام کی ریکارڈ آمد اور بالخصوص اہل ثروت اور انتہائی اونچی سوسائٹی کے لوگوں کے بچوں کی توجہ و اعتماد کا مرکز بھی دینی مدارس بن رہے ہیں۔ جبکہ پاکستان میں حکومتی سطح پر اہل مدارس کے ساتھ ہمیشہ سے سوتیلوں جیسا سلوک برتا جارہا ہے اور انہیں مختلف حیلے بہانوں سے دیوار کے ساتھ لگایا جارہا ہے اور مدارسوں کے لاکھوں فارغ التحصیل علماء اور طلبا کو بار بار دہشت گردی کے ساتھ جوڑا جارہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود الحمدللہ علماء وطلباء اس اشتعال پسندانہ پالیسی

کے باوجود ہر قسم کی دہشت گردانہ کاروائیوں سے ہمیشہ الگ تھلگ رہے ہیں کیونکہ قرآن وسنت اور دین اسلام کے سلامتی والے اصول پڑھنے والے شخص تو انسانوں کے علاوہ پرندوں، چوپایوں کے حقوق کا بھی شارح اور ضامن بن جاتا ہے پھر اِس سے مسلمانوں کے قتل عام یا ریاست کے خلاف مسلح بغاوت کا تصور بھی محال ہے۔

اسی طرح اکیسویں ترمیم کی بعض دفعات کے ذریعے دینی مدارس پر حکومتی قبضہ مضبوط کرنے کیلئے ایک منظّم منصوبہ تیار کیا گیا ہے جس کے نفاذ سے دینی مدارس کی آزاد حیثیت بالکل ختم ہوجائے گی۔اور اس پر دوسرے لفظوں میں حکومت کا مکمل کنٹرول ہوجائے گا۔اور حکومت کی منشاء پر اس کے نصاب میں تبدیلیاں لائی جائیں گی اور چندہ دہندگان کے کوائف بھی اس نئے قانون کے تحت حکومت کو دینے ہوں گے تاکہ بعد میں ان کے خلاف بھی کاروائی کی جائے۔اسی طرح اس ترمیم پر اور بھی کئی متنازعہ امور ایسے ہیں جن پر وفاق المدارس العربیہ اور مدارس دینیہ کو شدید اعتراض ہے۔یہ تازہ اقدمات اصل میں مدارس سے خودمختاری، آزادی، اور دینی روح قبض کرنے کی ایک ناپاک کوشش ہے۔حکمران کھل کر مدارس اسلامیہ کے خلاف سامنے آگئے ہیں اور آئے روز نت نئے الزامات اور اقدمات مدارس اسلامیہ کے خلاف ہورہے ہیں۔

ان دنوں دینی مدارس کا وجود شدید خطرات میں گھرا ہوا ہے۔عالم کفر اور پاکستانی حکمران اسلام کے ان مراکز کے منہدم کرنے میں پوری ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان اسلام سے اس وقت تک جڑے رہیں گے جب تک کہ اسلام کے یہ قلعے (مدارس اسلامیہ) محفوظ اور قائم ودائم ہیں۔وفاق المدارس العربیہ اور دیگر مسالک کے وفاق اور خصوصاً جمعیۃ علماء اسلام نے اِس نازک موقع پر روایتی اخباری بیانات یا نمائشی مذمتی اجتماعات پر اکتفا کئے رکھا اور ٹھوس وبھرپور سیاسی منصوبہ بندی اختیار نہیں کی تو امریکہ ومغرب کا جو ایجنڈا عالم عرب، وسط ایشیا اور دیگر اسلامی ممالک میں دینی مدارس پر لاگو کیا گیا تو اس کی Implementation پاکستان میں بھی خدانخواستہ نوشتہ دیوار لگ رہی ہے۔

اگر اس محاذ پر سب نے کمزوری وغفلت دکھائی تو صدیوں کی محنت پل بھر میں خدانہ کرے ضائع ہوجائیگی اور اسپین وسط ایشیاء کی ریاستوں کا انجام ہم سب کے سامنے ہونا چاہیے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے ارے اے "مدرسے والو"

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیزؒ کی رحلت

گزشتہ دنوں سعودی عرب کے فرمانروا شاہ عبداللہ بن عبدالعزیزؒ طویل علالت کے بعد خالق و مالکِ حقیقی کے حضور پہنچ گئے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون

جادۂ عظمت کی گویا آخری منزل ہے گور   بادشاہوں کے بھی کشتِ عمر کا حاصل ہے گور

شاہ عبداللہ بن عبدالعزیزؒ کے بچھڑنے سے عالم عرب کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ آپ کی شخصیت اور کارنامے کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔ یوں تو آپ نے زندگی میں بہت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے مگر اپنے سابق پیشرو بادشاہوں کی طرح آپ نے بھی خادم الحرمین الشریفین کے لقب کی خوب لاج رکھی۔ شاہ عبداللہ کا اسلام کی خدمت کیلئے سب سے بڑا روشن کارنامہ جو صدیوں تک یاد رکھا جائے گا وہ حرمین الشریفین کی جدید ترین توسیع ہے۔ حرمِ مکی میں آپ نے کئی لاکھ مربع فٹ کی توسیع کی جس میں لاکھوں افراد بیک وقت نماز ادا کرسکتے ہیں۔ اس کے ساتھ آپ نے کئی منزلوں پر مشتمل وسیع وعریض سعی کیلئے برآمدے بنائے اور قدیم صفاء مروہ کے برآمدے کو آپ نے انتہائی کشادہ اور آرام دہ بنا دیا ہے۔ مطاف کی وسعت میں بھی ریکارڈ اضافہ کیا، اور عورتوں و کمزور بیمار لوگوں کے لئے تین منزلہ طواف کیلئے رِنگ بھی بنایا۔ پھر منیٰ وعرفات میں جدید ترین ٹرین سروس کا آغاز بھی آپ کا ہی کارنامہ ہے۔ اسی طرح جمرات کا تاریخی پل بھی آپ نے اِس طرزِ تعمیر پر بنایا ہے کہ اب آئندہ سو برس کیلئے جمرات پر جمع ہونے والے رَش کو تقسیم اور آسان بنا دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے مدینہ منورہ کی مسجدِ نبویؐ کی جدید تعمیر و توسیع کے منصوبے کا بھی افتتاح کیا جس کی بدولت مسجد نبویؐ میں مزید لاکھوں نمازی اور عازمین حج بیک وقت عبادت کرسکیں گے۔

حرم مکی کے اس نئے توسیعی منصوبے کی افتتاحی تقریب میں والد ماجد حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو بھی آپ نے مدعو کیا تھا، جو دارالعلوم حقانیہ اور پاکستان کیلئے ایک بڑا اعزاز ہے۔

شاہ عبداللہ مرحوم سے مختلف قسم کی سیاسی اور مذہبی تعلق کے باوجود اُن کے بعض سیاسی فیصلوں سے عالم اسلام کو تشویش ہوئی خصوصاً مصر میں اخوان کی مخالفت اور سیسی کی موافقت نے کسی حد تک اُن کی شخصیت کو متنازعہ بنایا لیکن مجموعی طور پر وہ اعلیٰ اور عمدہ صفات کے حامل تھے۔

نئے سعودی فرمانروا سلمان بن عبدالعزیزؒ سے بھی سعودی عوام اور عالم اسلام کو بڑی امیدیں وابستہ ہیں کہ آپ عالم اسلام کے ایک جرات مند لیڈر بن کر اسلام اور عالم اسلام کا مقدمہ بہتر انداز میں پیش کریں اور حرمین شریفین، حجاج کرام اور تمام عالم اسلام کے مظلوم مسلمانوں کی خدمات اپنے پیشروؤں کی طرح زیادہ سے زیادہ کریں گے۔

ادارہ

برطانیہ کے معروف اخبار ڈیلی گارڈین سے بات چیت

دہشت گردی کی آڑ میں مدارس اور اہل دین کے بارے میں تازہ کریک ڈاؤن

جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا سمیع الحق صاحب سے حال ہی میں انگلستان کے معروف روزنامہ ''دی گارڈین'' (The Guardain) نے انٹرویو پینل میں گارڈین کے نمائندے برائے پاکستان جان بون (jon boone) اور اسکے اردو ترجمان پی ٹی وی کے جناب شکیل اعوان صاحب شامل تھے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے حالات حاضرہ کے حوالے سے تفصیلی اور مدلل گفتگو فرمائی جو مدارس اور مذہبی طبقے کے مختلف قومی اور بین الاقوامی ایشوز پر بھرپور نمائندگی کرتا ہے۔ (محمد اسرار ابن مدنی)

سوال: آپ پاکستان کا ایک مشہور مدرسہ چلا رہے ہیں، اب مدارس میں جو حکومتی اصلاحات (Reforms) کا تذکرہ چل رہا ہے، اس کے حوالے سے آپکا موقف کیا ہے؟

جواب: یہ مدرسے خالص تعلیمی ادارے ہیں، انکا سیاست سے کوئی تعلق نہیں، مسلمانوں کے تعلیم کا اپنا ایک نظام تھا جو دینی و دنیوی تمام ضرورتیں پوری کرتا تھا انگریز نے یہاں آکر وہ نظام تعلیم ختم کرڈالا اور نظام تعلیم کو سیکولر بنادیا، چودہ سو سال تک ہمارا تعلیمی نظام ایک تھا، سائنس، فلکیات، ریاضی، کیمیاء، معاشرتی علوم اور دینی تعلیم ایک تھی وہ بھی سب پڑھاتے تھے تو تفریق کی کوئی ضرورت نہیں تھی، ہمارے نظام تعلیم میں تقریباً بارہ سو سال تک دین و دنیا میں کوئی تفریق نہیں تھی، ایک وقت میں وہ ڈاکٹر بھی ہوتا اور عالم بھی، تاریخ دان بھی ہوتا اور حساب داں بھی، لیکن یہ نظام نہ رہا تو مسلمانوں نے مجبوراً یہ مدرسہ سسٹم شروع کیا۔ اب مغربی ایجنڈا یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات اور یہ نظام تعلیم ختم کر دیا جائے، حالانکہ ان مدارس کے ساتھ عام مسلمانوں کی ہمدردیاں ہیں، اپنے آپ کو بھوکا رکھ کر مدرسے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، ان کا اعتماد ہے اب یہ اعتماد بیرونی قوتیں ختم کرانا چاہتی ہیں، یہ شور مچارہے ہیں کہ یہاں دہشتگردی ہے، یہاں لڑائیوں اور انتہاء پسندی کی تربیت دی جارہی ہے حالانکہ ان مدارس میں نہ عسکریت ہے نہ دہشت گردی اور نہ انتہا پسندی ہے۔

سوال: لیکن یہ اصلاحات تو مغرب نہیں پاکستانی حکومت کر رہی ہیں؟

جواب: ہمارے حکمران بھی ان کے پٹھو ہیں، امریکہ اور غیر ممالک کے حکمرانوں نے اِن کو بھی غلام بنا رکھا ہے، اِن کو جو حکم مل رہا ہے یہ وہی کر رہے ہیں، سارے حکمران بس اسی میں لگے ہیں، پرویز مشرف سے لیکر اب تک تمام حکمران امریکہ، برطانیہ اور غیروں کے رحم و کرم پر ہیں۔

سوال: مدرسوں پر اس طرح اعتراضات کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: 9/11 سے لیکر اب تک ہزاروں مغربی جرنلسٹ یہاں آئے، ہم نے دو، دو، تین، تین دن یہاں ٹھہرایا، تاکہ گھومیں پھریں اور خود معائنہ کریں، انہیں بتا دیا کہ یہاں کوئی دہشتگردی، عسکریت اور شدت پسندی وغیرہ نام کی کوئی چیز نہیں، لیکن ان کے باوجود میڈیا والوں نے بھی ان مدارس کو ٹارگٹ بنا رکھا ہے اور سارے یورپ ممالک کو یہ بات معلوم ہے کہ یہاں کچھ بھی نہیں ہے، انگریزوں کے زمانہ میں بھی عرصہ تک ان مدرسوں کا نظام قائم تھا اور انہیں کچھ نظر نہ آیا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ انکی تعلیمی ضرورت ہے، اسلامی علوم عربی وغیرہ میں تقریباً بیس علوم یہاں پڑھائے جاتے تھے اور انگریز حکمران گورنر وائسرائے اس کی تعریف کرتے اور ہندستان میں دیوبند، دہلی، لکھنو وغیرہ کے مدارس میں وزٹ کرتے تھے، اور کئی بار اعتراف کیا کہ یہ بڑا عظیم کام ہے، لیکن اب یہ بڑی طاقتیں اپنی طاقت کا استعمال کر کے مدارس کو ختم کرانا چاہتی ہیں، لیکن یہ اللہ کی مدد سے چل رہی ہیں، سوویت یونین ہمارے لئے ایک بڑی دلیل ہے کہ شکست خوردہ ہو کر چلا گیا، امریکا اتنی قوتوں کے باوجود بھی افغانستان سے نکلنے پر مجبور ہیں، اب اس ناکامی اور شکست کا بدلہ ان مدارس سے لے رہے ہیں، ہمارا برسر اقتدار طبقہ سب ان کا ساتھ دے رہا ہے کیونکہ یہ مدارس انکی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں۔

سوال: وزیر داخلہ چودھری نثار کے قول کے مطابق دس فیصد مدرسے دہشتگردی میں ملوث ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: یہ نامعلوم FIR ہے اگر ایک مدرسہ کے بارے میں بھی ایسا کہا گیا تو سارے مدرسے مخدوش ہو جائیں گے۔ یہ لوگ اس ایک مدرسے کی نشاندہی کیوں نہیں کراتے، چودھری نثار سے پہلے پرویز مشرف کے زمانے میں بھی ہم نے چیلنج دیا تھا کہ اگر ایک مدرسہ میں بھی دہشتگردی کی ٹریننگ دی جارہی ہو تو ہمارے ساتھ چل کر ہیلی کاپٹر کے ذریعہ اسکا وزٹ کرینگے، یا ہمیں دکھا دیں تو ہمارا وفاق المدارس اس کی

رجسٹریشن ایک منٹ میں منسوخ کرینگے،اور انکے خلاف کاروائی کرینگے۔مگرافسوس! حکومت کی طرف سے کوئی سنجیدگی نہیں دکھائی گئی۔ ہمارے مدرسوں کا بھی ایک بورڈ ہےاور تمام مسلکوں کے تقریباً پانچ بورڈ ہیں، ہمارے اس بورڈ میں پچیس ہزار سے زائد مدارس ملحق ہیں، ہم سارے اس کا حصہ ہیں،ان مدارس میں کئی لاکھ طالبعلم ہیں،اسی طرح بریلویوں کا بھی ایک بورڈ ہے،شیعوں کا بھی ، غیر مقلدین کا بھی ہے،تقریباً پانچ بورڈز ہیں اور پھر ہم اسے اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے نام سے مشترکہ پلیٹ فارم سے کام کررہے ہیں، ان سے ہمارے حکمرانوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور سارے حکمرانوں سے رجسٹریشن، مالیاتی اور تعلیمی نظام پر تفصیلی تبادلہ خیال ہوا، معاملات طے ہوگئے مگر جب ان کی باری آئی تو انہوں نے اس پر عمل درآمد سے گریز کیا،اب ملک بھر میں جہاں بھی ڈکیتی اور دہشتگردی ہوجاتی ہےتو پھر یہ لوگ مدرسہ پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

سوال: کیا یہ تمام مدارس اپنے اپنے بورڈ کے ساتھ رجسٹرڈ ہیں؟

جواب: جی ہاں !یہ تمام مدارس اپنے بورڈ کے ساتھ رجسٹرڈ ہیں،لیکن ہمارے حکمرانوں کو اِن مدارس کے بارے میں کچھ علم ہی نہیں۔ اسلئے مدرسہ کے بارے میں من گھڑت باتیں کررہے ہیں،اور نامعلوم FIR درج کررہے ہیں، جو حقیقت کے خلاف ہے۔

سوال: حکومت کا ان مدارس میں کیا عمل دخل ہے؟

جواب: حکومت کا کلی عمل دخل ان مدارس کے نصاب اور نظام میں ہم تسلیم نہیں کرسکتے ،کیونکہ ہمارے بورڈز ،خود ان مدارس کا نفع ونقصان جانتے ہیں،اگر ہم حکومت کو ان میں عمل دخل کرنے کی اجازت دیں تو عنقریب یہ مدارس ختم کردئے جائینگے،ہم ان کو مکالمہ کی دعوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آؤ! ہمارا نصابِ تعلیم چیک کرو، اگرچہ آپ کو چیک کرنے کا حق نہیں ہے، کیونکہ ہمیں حکومت ایک پیسہ نہیں دیتی اور نہ ہم حکومت سے پیسے لینا چاہتے ہیں، پرویز مشرف کے زمانے میں اربوں ڈالرآئے کہ مدارس میں بانٹو،لیکن ہماری تنظیمات نے اور ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک ڈالر بھی کسی نے لیا تو ہم اسکے خلاف کاروائی کرینگے،اب حکومت کا کیا حق بنتا ہے مدرسہ میں مداخلت کرنے کا ؟ لیکن پھر بھی ہمارے دروازے کھلے ہیں کہ آؤ! ، چیک کرو، ہمارے آڈٹ رپورٹس، فنانس سسٹم وغیرہ کھلی کتاب ہے۔پچاس سال سے پاکستان کے معروف قدیمی چارٹرڈ اکاونٹ سے تمام حسابات کا آڈٹ کراتے ہیں اور اِسے حسن اتفاق کہیۓ کہ آج ہی ہمیں تازہ

آڈٹ رپوٹ کی کاپی موصول ہوئی ہے جو ۲۸ جنوری کو جاری کی گئی، اسے آپ بھی ملاحظہ کرسکتے ہیں۔اب حکومت چاہتی ہے کہ ہم انہیں سکول یا کالج بنائیں اوران مدارس کا موجودہ تعلیمی نظام ختم کرڈالیں کہ اس کی روح ہی ختم ہوجائے۔

سوال: حکومتیں باتیں کررہی ہیں کہ ان مدارس کی کوئی چیز Exactly سامنے نہیں آئی ،ریفارم ہونی چاہیئے؟

جواب: وہ اپنے آپ کو باخبر ہی نہیں کرنا چاہتے ،اچانک چھاپے مار رہے ہیں،مدارس ومساجد میں سے بیگناہ علماء اور طلباء کوگرفتار کر کے لے جارہے ہیں،آج کی رپورٹ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دس ہزار آدمیوں کوگرفتار کر رکھا ہے،تو اِن دس ہزار میں اکثر بے گناہ اور مظلوم ہیں۔یہاں افغانستان کے جو مہاجرین ہیں،ان کے اپنے مدارس تھے،ان بیچاروں کا TTP،حکومتی اور ریاستی امور میں دخل اندازی سے کوئی تعلق ہی نہیں ،تو انکو بھی اٹھا کر طورخم پار لے جاتے ہیں،وہ بے چارے یہاں پچاس سال سے رہ رہے ہیں، تعلیم اور کاروبار وغیرہ سب کچھ یہاں تھا تو انکی زندگی تباہ کردی گئی۔

سوال: یہ دس ہزار لوگ جو پکڑے گئے ہیں کیا یہ پشاور حادثے کے بعد ہے یااس سے پہلے کے بھی ہیں؟

جواب: 16دسمبر پشاور کا سانحہ کی آڑ میں 9/11 کی طرح علماء کو پریشرائز کیا گیا ہے۔یہ ایک سازش ہے کہ مسلم کلچر کو بدنام کیا جائے اور موقع پا کر ان پر حملہ آور ہوجائیں۔

سوال: کچھ لوگ مذہب کے نام کو دہشتگردی اور انتہاء پسندی کیلئے استعمال کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: دیکھیں جولوگ تخریب کار ہوتے ہیں اور دہشتگردی پھیلانا چاہتے ہیں وہ مذہب تو کیا انسانیت کو بھی استعمال کرنے کو عارنہیں سمجھتے اورآگ برسانے میں کسی کا بھی لحاظ نہیں رکھتے۔

سوال: کیا پاکستانی مدارس سے 90% فیصد لوگ افغانستان میں جہاد کے لئے گئے تھے؟

جواب: صرف یہاں سے نہیں بلکہ پوری دنیا سے اتنی بڑی تعداد میں گئے تھے سب سے زیادہ ڈالر تو امریکہ نے لگائے، امریکہ نے پوری دنیا سے لوگوں کو جمع کیا،تو کچھ افغان طالبعلم بھی اپنے وطن کی آزادی کے لئے جہاد کیلئے جاتے تھے۔

سوال: ملاعمر اور isis کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟؟

جواب: افغانستان کے طالبان تمام چیزوں کو گہری نگاہ سے پرکھ رہے ہیں،البتہ جب تمام طاقتیں ISIS کے خلاف ایک ہوگئیں اور سارے اختلافات ختم کرکے ایک مشن پر راضی ہوگئے تو ”دال میں کچھ کالا

ضرور“ ہے لیکن ہم قبل از وقت کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ساری حقیقتیں خود بخود عیاں ہوجائیگی،کل اخبار میں آیا ہے کہ پاکستان میں داعش کیلئے بھرتی میں امریکی فنڈنگ ہورہی ہے ایسے خیالات میں کسی چیز کے اچھے یا برے ہونے میں فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

سوال: اگرآپ وزیراعظم ہوتے تو آپ کیا کرتے اور دہشتگری کا خاتمہ کیسے کرتے؟

جواب: ہم ملک کومغربی مما لک کے رحم وکرم پرنہیں چھوڑینگے،اورآزادانہ طور پر اپنے فیصلے خود کرینگے،ہم مساوی طور پر مغربی مما لک کے ساتھ تعلقات رکھیں گے۔

سوال: امریکہ افغانستان میں عوامی حکومت کوسپورٹ کررہا ہے؟

جواب: امریکہ سے رخواست ہے کہ وہ مہربانی فرما کر افغانستان سے نکل جائے ،تو ہمارے اور افغانستان کے سارے مسائل حل ہوجائینگے۔اور جب وہ افغانستان سے جاتے ہوئے ہمارے راستوں سے گزریں گےتو ہم ان کا استقبال کریں گے ہماری بھی جان چھوٹ جائے گی اوران کی بھی۔

مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی نئی پیشکش

Afghan Taliban

War of IDEOLOGY

Struggle for Peace

by

Moulana Samiul Haq

انگریزی زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب،افغان طالبان اور ۹/۱۱ کے تناظر میں جہاد، القاعدہ، اسامہ بن لادنؒ، ملا محمد عمر، امریکی دہشت گردی اور دینی مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ کو بے نقاب کرنے والی چشم کشا تحریریں ، اسلام، جہاد اور دینی مدارس کے مغرب کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کا ازالہ،مشرق ومغرب کے نامور اہل قلم، دانشوروں کی آراء پر مشتمل تاریخی دستاویز ، ہرورق چشم کشا، ہرسطر راز افشاء ......

صفحات 256 بہترین جلد، دیدہ زیب ٹائٹل،عمدہ کاغذ

ناشر: ایمل پبلشرز اسلام آباد- 0342-5548690

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی

میری علمی و مطالعاتی زندگی

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ جو میرے لئے حقیقی چچا سے بڑھ کر ہیں، آنجناب کی خدمت میں والد گرامی کی طرف سے ایک علمی سوالنامہ بھیجا گیا تھا جس کا آپ نے تفصیلی جواب ارسال فرمایا ہے، ان شاء اللہ قارئین ''الحق'' اور طلبائے کرام کیلئے یہ ایک بڑی اہم علمی سوغات ثابت ہوگی۔ ماہنامہ ''الحق'' کیلئے حضرت مدظلہ کی خصوصی تحریر بھیجنے کے لئے ہم سب صمیم قلب سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان کی درازیٔ عمر وصحتیابی اور مزید علمی و دینی خدمات کے لئے دعا گو ہیں...... (مدیر)

الحمدلله رب العالمين ،والصلاة والسلام على رسوله الكريم، وعلى اله وأصحابه أجمعين، وعلى كل من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين

أما بعد! پچھلے دنوں مجھے اپنے مطالعے کے تجربات سے متعلق دو سوالنامے موصول ہوئے، جن میں سے ایک سوالنامہ برادر گرامی قدر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی طرف سے تھا، اس قسم کا ایک سوالنامہ وہ ماہنامہ ''الحق'' کی طرف سے کئی سال پہلے بھی مختلف اہل علم اور اہل قلم کے پاس بھیج چکے ہیں اور ان کے جوابات بھی ''الحق'' میں شائع ہوتے رہے، اسی قسم کا ایک سوالنامہ دوبارہ نئے اہل قلم کے پاس بھیجا گیا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ میں کیا؟ اور میرا مطالعہ کیا؟ اس قسم کے سوالناموں کا مفید جواب دینے کے لئے جو علم وفضل اور وسیع اور عمیق نگاہ ہونی چاہیے اس سے اپنے آپ کو تہی دامن پاتا ہوں، اس لئے مدت سے یہ سوالنامے میرے پاس اس حیرت کے عالم میں رکھے ہیں کہ ان کا کیا جواب دوں......

نہ گلم، نہ یاسمینم، نہ درخت سایہ درام ہمہ حیرتم کہ دھقان بچہ کار کشت مارا

دوسری طرف پے در پے مصروفیات اور اسفار نے بھی ان سوالات کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہیں دیا، اب جبکہ میں ایک علالت سے الحمدللہ رو بہ صحت ہوں اور صرف ہلکے پھلکے کام ہی کرسکتا ہوں، خیال

---

* شیخ الحدیث و نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم کراچی

آیا کہ ان دو فرمائشوں کو اپنی بساط کی حد تک پورا کرنے کی کوشش کروں۔ سوالناموں کا نمبروار جواب تو مجھے اب بھی مشکل معلوم ہو رہا ہے لیکن......

دریں کتاب پریشاں نہ بینی ار ترتیب   عجب مدار کہ چوں حال من پریشان است

میں نے جب سے آنکھ کھولی اپنے گھر کے ایک بڑے حصے کو کتابوں کی الماریوں سے بھرا ہوا دیکھا، میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کتابوں کو اپنی سب سے بڑی پونجی سمجھا کرتے تھے، قلیل آمدنی کے باوجود اس کا اچھا خاصہ حصہ کتابوں کی خریداری پر صرف فرماتے اور جب ہندوستان سے پاکستان کی طرف ہجرت کی تو اپنا گھر بار وغیرہ سب چھوڑ کر آئے، لیکن کتابوں کا ذخیرہ جتنا ساتھ لا سکتے تھے وہ ساتھ لائے اور جو ساتھ نہ آسکا اسے منگوانے کیلئے ہر طرح کی کوششیں فرمائیں، یہاں تک کہ وہ سارا پاکستان منتقل ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرت والد صاحبؒ کے مکان میں علمی اور دینی کتابوں کا اتنا ذخیرہ ہو گیا تھا کہ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ بعض اوقات کسی مسئلے کی تحقیق اور کتابوں سے رجوع کے لئے حضرت والد صاحبؒ کے پاس آیا کرتے تھے۔

اپنے چاروں طرف کتابیں تو نظر آتی تھیں اور حضرت والد ماجدؒ کا ان کے ساتھ شغف بھی روزانہ دیکھتا تھا، اور اس کی بناء پر کتابوں سے انجانی سی محبت بھی معلوم ہوتی تھی، اور ان میں سے کئی کتابوں کے نام بار بار دیکھ کر یاد ہو گئے تھے۔ لیکن ان کے مضامین کی معرفت اور ان سے استفادہ اپنی پہنچ سے باہر تھا، خاص طور پر حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ کی وسعتِ مطالعہ ان کے ہر درس سے جھلکتی تھی، انہوں نے رفتہ رفتہ کتب بینی کا شوق پیدا کیا اور کبھی کبھی کسی کتاب کی طرف رہنمائی فرما کر اس کے مطالعے کا حکم دیتے، شروع میں یہ مطالعہ سیرت طیبہ اور صحابہ کرامؓ کے حالات کی حد تک تھا، پھر جوں جوں درس نظامی کی تعلیم آگے بڑھتی گئی، رفتہ رفتہ دوسری علمی کتابوں کو بھی دیکھنے کا شوق پیدا ہوا، حضرت مفتی ولی حسن صاحبؒ کے پاس حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحبؒ بکثرت تشریف لایا کرتے تھے، اور جب دونوں جمع ہوتے تو ان کا موضوع گفتگو زیادہ تر مختلف کتابوں اور ان کے مولفین کا تذکرہ ہوتا تھا، اس سے رفتہ رفتہ یہ جستجو پیدا ہوئی کہ حضرت والد صاحبؒ نے گھر میں کتابوں کا جو ذخیرہ رکھا ہوا تھا اس سے راہ و رسم پیدا کی جائے۔

چنانچہ جب میں جب چودہ پندرہ سال کی عمر میں تھا، اس وقت میرا یہ محبوب مشغلہ ہو گیا کہ چھٹی کے دنوں میں میں نے حضرت والد صاحبؒ کی کتابوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کیا، اور جس ترتیب سے الماری میں کتابیں رکھی ہوئی تھیں، اسی ترتیب سے کتابوں کو کھول کر دیکھتا اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا کہ کتاب کا مصنف کون ہے، کس موضوع پر وہ لکھی گئی ہے، اور اسکی فہرست مضامین پر بھی نظر ڈالتا اور فہرست

مضامین میں جو موضوع دلچسپ نظر آتا اسکو اپنی بساط کی حد تک پڑھنے کی بھی کوشش کرتا۔ یہاں تک کہ گھر کے کتب خانے کے ساتھ بھی کیا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ آئندہ جب کسی مسئلے کی معلومات حاصل کرنے کی ضرورت پیش آتی تو خود سے یاد آجاتا تھا کہ یہ مسئلہ کس کتاب میں دیکھنا چاہیے۔

بچپن ہی سے اپنے گھر میں ماحول اور اساتذہ کرام کی تعلیم وتربیت کے نتیجے میں مجھے شعروادب سے بھی خصوصی مناسبت ہوگئی تھی۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ملک اور بیرون ملک سے بہت سے رسائل وجرائد آیا کرتے تھے۔ تقریباً وہ سب اپنی دلچسپی کی حد تک نظر سے گزرتے تھے۔ ادب و انشاء کے شوق ہی کی بناء پر میں نے اس دور کے مشہور اہل قلم کی کتابیں بھی ذوق وشوق سے پڑھیں، جن میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی ''غبار خاطر'' بڑے ذوق وشوق سے پڑھی۔ ادب وانشاء کا یہ شوق مجھے بلالحاظِ مسلک ومشرب ہر قسم کے اہل قلم کی تحریریں پڑھنے کی طرف لے گیا۔ الحمدللہ اپنے والد ماجدؒ اور اساتذہ کرام کی تربیت کے نتیجہ میں کسی غلط نظریئے سے تأثر تو کبھی پیدا نہیں ہوا، لیکن اسلوبِ نگارش کے حوالے سے میں نے ہر طرح کے مصنفین سے استفادہ کیا، خاص طور پر مغربی افکار ونظریات کو سمجھنے اور اس پر تنقید کے سلسے میں مجھے جو کتاب بھی نظر آتی اس سے بقدر ضرورت استفادہ کرتا تھا۔ اسی ذیل میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی بیشتر کتابیں بھی مطالعہ میں آئیں۔ بہت سے مسائل میں اختلاف کے باوجود ادب وانشاء کے لحاظ سے انکا اسلوبِ تحریر میں کونسی باتیں ایسی ہیں جن سے ایک معتدل تحریر کو پرہیز کرنا چاہئے۔

یہ سب رسمی طالبعلمی کے زمانے کے سے متعلق تھا۔ جب تدریس وتالیف کی عملی زندگی میں قدم رکھا تو زیادہ تر مطالعہ اپنی زیر تدریس کتابوں اور زیر تالیف مضامین کی حد تک محدود ہوگیا۔ لیکن تدریس کے دوران بھی طبیعت کچھ ایسی رہی کہ جو مضمون یا کتاب پڑھانی ہوتی اس کے جملہ متعلقات اپنے پاس جمع کر کے رکھتا تھا، اور انکے مطالعہ میں خاصا وقت صرف کرتا تھا۔ البتہ اُس میں سے طلبہ کو صرف اتنی بات بیان کرنے کیلئے منتخب کرتا جو انکی ذہنی سطح اور ضرورت کے مطابق ہو۔ چنانچہ جب عربی نحو پڑھانے کا وقت آیا تو اسکی معروف ومتداول شروح کے علاوہ موضوع کی دوسری اہم کتابیں بھی سامنے رکھا کرتا تھا۔ کسی کتاب کے شروع میں عام طور سے مقدمۃ العلم کے طور پر کچھ مباحث بیان کرنے کا دستور شروع سے چلا آتا ہے۔ جب مجھے عربی نحو کی اعلیٰ کتابیں شرح جامی وغیرہ پڑھانے کی نوبت آئی تو مجھے یاد آیا کہ حضرت والد صاحبؒ کی

کتابوں میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی ایک کتاب " الافتراح فی اصول النحو " میں نے اپنی کتابوں کی جستجو کے زمانہ میں دیکھی تھی ، چنانچہ میں نے اسکے مباحث کا خلاصہ مقدمۃ العلم کے طور پر بیان کیا ، جو خود میرے لئے مفید ثابت ہوا۔ اسی طرح عربی ادب پڑھاتے وقت وہ چار کتابیں جنہیں ادب کے ارکان اربعہ کہا جاتا ہے ، یعنی "ادب الکاتب ؛لابن قتیبه، البیان و التبین : للجاحظ، "الکامل للمبرد "اور "الآمالی لابی علی القالی "ان میں سے آمالی تو مجھے میسر نہ آسکی ، لیکن باقی تین کتابوں سے بھرپور استفادہ کیا۔

بیرونی اسفار کے دوران میرے اوقات کا ایک بڑا حصہ وہاں کے کتب خانوں کی سیر کا ہوتا تھا۔ اس جستجو میں ایسے کتب خانوں کا جائزہ بھی لینے کی کوشش کی جنہیں عرف عام میں کباڑی کہا جاتا ہے ، اور بعض اوقات میں نے کئی کئی گھنٹے بوسیدہ کتابوں کی چھان بین میں گزارے ، یہاں تک کہ کپڑے گردوغبار سے اٹ گئے۔

اسی طرح کتاب یا مضمون کی تالیف کیلئے جن کتابوں کی ضرورت پڑتی تھی ، انکا بقدر ضرورت مطالعہ کرنے کا معمول تھا ، اور باطل نظریات وافکار کی تردید میں کچھ لکھتے وقت شروع سے اس بات کا اہتمام اور التزام کیا کہ جس پر کوئی تنقید کرنی ہو اسکی بات خود اس کی تحریر و تقریر سے پورے سیاق وسباق کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی جائے اور اس پر تنقید کی جائے۔ چنانچہ جب عیسائیت پر کام کیا تو جو کتابیں عیسائیت کی تردید میں لکھی گئی ہیں ، اُن سے زیادہ ان کتابوں کا مطالعہ کیا جو خود عیسائی علماء نے اپنی مذہب کی تائید و نصرت میں لکھیں ، تاکہ جو تنقید یا تردید ہو ان کی مسلّم باتوں کی بنیاد پر ہو ، اور کوئی ایسی بات انکی طرف منسوب نہ کی جائے انکے اپنے اعتراف کے بغیر ہو۔ اسی طرح جب مرزائیوں کے بارے میں لکھنے کی نوبت آئی تو انکی تردید میں لکھی ہوئی کتابوں سے زیادہ خود انکی کتابوں کو پورے سیاق وسباق کے ساتھ دیکھ کر اور انکا مفہوم پورے اطمینان و اعتماد کیساتھ سمجھ کر ان پر تبصرہ کیا۔ یہی عمل تجدّد پسندوں کے افکار و نظریات سے متعلق بھی پیش نظر رہا۔

جب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کن کتابوں اور مصنفین نے سب سے زیادہ متأثر کیا تو تأثر کے اعتبار سے کتابوں اور مصنفین کی ایک طویل فہرست ذہن میں آجاتی ہے ، جس کی بارے میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے کہ کس کو کس پر ترجیح جائے ...... ز فرق تا بقدم ، ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

لیکن خالص اور نظریاتی مقاصد سے ہٹ کر صرف اپنی اصلاح اور عملی زندگی کے اثرات کے نقطہ نظر سے اپنی محسن کتابوں کے بارے میں سوال کیا جائے تو میرا ایک ہی جواب ہوگا ، اور وہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے مواعظ کا ذخیرہ ہے۔ ابتدائی مطالعے کے دور میں حضرت کی تالیفات اور مواعظ وملفوظات اپنی فہم و ادراک کی پہنچ سے بالاتر بھی معلوم ہوتے تھے ، اسلئے انہیں دلچسپی کے

ساتھ پڑھنے کے مواقع کم آئے ،لیکن حضرت والد ماجدؒ اور اپنے شیخ حضرت عارفی قدس سرہ کی ہدایت پر روزانہ معمول کے طور پر جب مواعظ کا مطالعہ شروع کیا تو رفتہ رفتہ اُن میں دلچسپی اس قدر بڑھی کہ شروع کرنے کے بعد کسی حد پر رُکنا طبعیت پر بار ہونے لگا۔اندازہ ہوا کہ ان مواعظ میں علوم ومعارف کا ایسا دریا موجزن ہے جسکا کوئی کنارہ نہیں ،خاص طور دین کی صحیح سمجھ ،اسکی حدود کی پہچان اور نفس انسانی کی معرفت اور اس کو اصلاح کی راستے پر لگانے کی جو تدبیریں اُن میں نظر آئیں ،وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔اپنی عملی اصلاح سے تو اب بھی اپنی نا اہلی کی وجہ سے محروم ہوں،لیکن دین کا راستہ ان مواعظ کی بدولت الحمد للہ ذہن میں اتنا صاف اور منقح ہوگیا کہ اس میں کوئی شک باقی نہ رہا۔

مغربی افکار کے غلبہ سے جو گمراہیاں اور غلط فہمیاں ہمارے دور میں پیدا ہوئیں ان کے بارے میں میں نے اپنے زمانے کے مشہور اہل قلم کی تحریریں بڑی حد تک پڑھی ہیں،اور ان سے استفادہ بھی کیا ہے۔ان میں سے کسی کوشش کی بھی ناقدری نہیں کی جاسکتی ہے،لیکن ان گمراہیوں اور غلط فہمیوں کی جو اصل بنیاد ہے اس پر جتنا جامع تبصرہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب "الانتباھات المفیدۃ" اور اسکی شرح " حل الانتباھات" میں موجود ہے ،شائد اسکا کوئی ثانی ہی نہیں۔اسی لئے میں نے جناب پروفیسر محمد حسن عسکری صاحب مرحوم سے فرمائش کرکے اس کا انگریزی ترجمہ کروایا،نیز اپنے ایک رفیق مولانا نورالبشر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ سے اسکا عربی ترجمہ کراکے شائع کیا۔

جب سے تدریس اور تصنیف وتالیف میں اشتغال بڑھا ہے شوقیہ مطالعے کے مواقع بہت کم ملتے ہیں،اور بہت سی کتابیں اس انتظار میں بھی رکھی رہتی ہیں کہ ذرا مہلت ملے تو ان سے استفادہ کرسکوں ،لیکن مصروفیت اور اسفار کے ہنگاموں میں بھی کچھ نہ کچھ وقت اپنے شوق کے تسکین کے لئے نکال لیتا ہوں،چاہے وہ سرسری انداز میں ہی ہوں ،لیکن یہ اپنی جگہ حقیقت ہے کہ نرا مطالعہ انسان کی زندگی پر اتنا اثر انداز نہیں ہوتا جتنا اثر کسی شخصیت کی صحبت اور مطالعے سے معلومات میں اضافہ تو ہوجاتا ہے لیکن صحیح فہم ،اعتدالِ مزاج اور اصلاحِ نفس شخصیات کی صحبت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا ؎ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

ان چند بے ربط سی باتوں پر اپنی گزارشات ختم کردیتا ہوں۔اگر ان سے آپکا مقصد پورا نہ ہوتا ہو،تو بندہ کی کم فہمی پر محمول فرما کر ان کو ضائع فرمادیں،بندہ کو ان اشاعت نہ ہونے کی کوئی شکایت نہ ہوگی۔

فقط والسلام

بندہ محمد تقی عثمانی ۱/۴/۱۴۳۶ھ

(قسط ۳۵) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

(۱۹۶۸ء کی ڈائری)

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ و اقارب' اہل محلہ و گردو پیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ' تحقیقی عبارت' علمی لطیفہ' مطلب خیز شعر' ادبی نکتہ' اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

اسیر مالٹا، تلمیذ و رفیق شیخ الہند مولانا عزیر گل اور ان کے رفقاء سے مصر میں پوچھ گچھ:

۲/ اپریل: آج مولانا عبدالقدوس قاسمی فاضل دیوبند کے صاحبزادے سجاد مقتول (شہید) کی تعزیت کیلئے احقر زیارت کاکا صاحب گیا اسیر مالٹا مولانا عزیر گل مدظلہ بھی موجود تھے رات وہیں قیام ہوا خلاف معمول میرے چھیڑنے پر حضرۃ نے اسارت مالٹا اور تحریک پر بڑی کھل کر گفتگو فرمائی کہ عموماً اس موضوع کو ٹالتے تھے۔

آج مالٹا جیزہ کے قید خانوں پر بھی روشنی ڈالی کہا مصر پہنچ کر انگریز افسر نے خوب شراب پی پھر ان کا بڑا چیخنے چلانے لگا کہ ہم مجاز نہیں انہوں نے ایک تنگ خیمہ میں ستون (بانس) کے ساتھ ہمیں کھڑا کیا سنگین چڑھانے کی بندوقوں کی آوازیں تھیں مگر ہمارے دل میں خدا نے ڈال دیا تھا کہ یہ تو مجاز نہیں کہ گولی

---

* مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

چلائیں حاکم کے سامنے میرا بھی بیان لیا گیا میں ہر بات پر لا نسلم کہتا کہ کہیں شیخ (مولانا محمود الحسن دیوبندی) پر شہادت نہ ہو جائے سمستہ (مجاہدین بالاکوٹ کا مرکز) کے نام سے بھی انکار کر دیا کہ میں تو سمستہ نہیں مرکز دیکھا تھا حاجی صاحب ترنگ زئی کے بارہ میں پوچھ گچھ ہوئی میں نے انہیں مولانا عبیداللہ سندھی کے ہاں دیوبند میں دیکھا تھا مولانا مدنی سے بھی سوالات کرتے رہے مگر وہ انہیں لمبی چوڑی تقاریر میں الجھا دیتے اور انگریز منتظر رہتا کہ کہیں کام کی بات ان سے نکل آئے گی مگر حضرت سے کوئی کام کی بات نہ نکلتی اس نے کہا کہ ہندوستان کے بڑے بڑے لوگوں کی شہادت تو پیش کردو فرمایا ان لوگوں کو بہت کچھ صحیح معلوم تھا اس سلسلہ میں انہوں نے آزاد گل میاں صاحب کا نام بھی لیا کہ مولانا سیف الرحمٰن نے انہیں لگا دیا تھا۔

اس سے قبل ایک ملاقات جو حضرت شیخ الہند کے رفیق خاص کے ساتھ ان کی آبائی زمین سخا کوٹ میں ۶ رشوال ۷۶ھ کو موصوف کے بھتیجے مولانا عبداللہ کاکاخیل کی معیت میں ہوئی تھی جس میں احقر نے خواہش کا اظہار کیا تھا کہ شیخ الہند کی تحریک حریت کے واقعات پر روشنی ڈال دی جائے لیکن حضرت موصوف نے سختی سے انکار کیا اور کہا کہ پلارته دے ډیر معلومات دی هغه نه معلوم که مادا سیزونه هیر کړی دی زه یادول نه غواړم (یعنی آپکے والد کو کافی معلومات ہیں ان سے معلوم کرو میں نے یہ چیزیں بھلا دی ہیں ان کو یاد کرنا نہیں چاہتا)

دوران گفتگو ایک دفعہ ترکی کا ذکر آیا تو پھر میں نے گفتگو کو اس طرف موڑتے ہوئے کہا کہ حضرت آپ نے ترکی کا سفر کیا ہے؟ کہا نہیں میں نے کہا کہ حضرت شیخ الہند کی تحریک میں تو ترکی بھی جانا شامل تھا پھر سختی سے کہا کہ اس موضوع پر نہ بولئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں جس وقت وہ چاہے گا ان اشیاء اور واقعات کو ظاہر کر دونگا اور کہا کہ اب حضرت مدنی نے نقشِ حیات وغیرہ میں روشنی ڈالی ہے اسے پڑھ لیں میں نے پھر جرأت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت یہ اسرار مخفی رہنے کی چیزیں نہیں ہم اخلاف کیلئے لائحہ عمل واضح ہونا چاہیے تو کہا کہ جس وقت اللہ چاہے گا آپکو سب کچھ ظاہر ہو جائے گا صبح کے وقت میں نے پھر گستاخی کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت ابھی تک کچھ جزئیات واضح ہو چکی ہیں لیکن تفصیلی حالات اور مقاصد مبہم ہیں تو فرمایا کہ لوگوں نے جزئیات سے کیا فائدہ لیا اور کیا عمل کیا کہ تفصیلی واقعات کا پوچھنا چاہتے ہو ایسا محسوس ہوا کہ حضرت موصوف ان واقعات کو بھلانا چاہتے ہیں اور جہاں تک ہو سکے ان ناشرمندہ تعبیر سہانے خوابوں کی یاد سے گریز کرتے ہیں وہ حضرت شیخ الہند کی محبت میں فنا ہیں دوران گفتگو بار بار ''مولانا، مولانا'' کا ذکر آتا تھا جس سے مراد ان کا شیخ الہند کی ذات ہوتی تھی دیگر اکابر معاصرین کو صرف نام سے یاد فرماتے ہیں

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بے پناہ عشق ومحبت:

معاصرت و رفاقت کے باوجود آپ کو حضرت شیخ مدنی کے ساتھ بے پناہ عشق و محبت ہے قسم کھا کر کہا کہ میں اگر چہ خط و کتابت میں حد سے زیادہ کاہل اور بے پرواہ ہوں لیکن اللہ حاضر ہے کہ دس سال کے اس عرصہ میں مولانا مدنی میرے دل و دماغ سے غائب نہیں ہوئے میں ذہن میں ہمیشہ انہیں خط لکھتا رہتا ہوں کبھی کبھی ہتھیلی پر مضمون لکھتا ہوں کہ حضرت یہ واقعہ پیش ہے یہ ارادہ ہے کبھی کانوں میں آواز محسوس ہوتی ہے کہ حضرت کہتے ہیں ''یہ کیا حماقت ہے''، ''یہ کیا بات ہے'' گویا بیداری یا خواب میں حضرت مجھ سے علیحدہ نہیں ہوئے۔

پھر دردناک انداز میں کہا آہ اب حضرت کی عمر بھی ڈھلتا ہوا سایہ ہے اور دیکھئے ملاقات نصیب ہوتی یا نہیں اس کے بعد حضرت شیخ مدنی کی استقامت اور کمالات پر گفتگو کرتے رہے میں نے جب دارالعلوم دیوبند کے مستقبل کے متعلق ان کے خیالات معلوم کرنا چاہے تو فرمایا اس سے مطمئن رہئے۔ لایزال اللہ یغرس لھذا الدین غرساً اللہ خود حفاظت کرے گا قاسم (بانی دارالعلوم) کے بعد محمود (شیخ الہند) اور انور شاہ کشمیری کے بعد حسین احمد پیدا ہوتے رہیں گے جب تک وہ چاہے

مولانا عبدالحق نے مدرسہ قائم کر کے فرض کفایہ ادا کیا:

میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی جب اس کے بعد انہوں نے گفتگو کو دارالعلوم حقانیہ کی طرف موڑتے ہوئے کہا کہ دیکھئے خدا کی شان کہ پاکستان میں دین اور دینی علوم کی حفاظت کیلئے اللہ نے عبدالحق کو کھڑا کیا اس کام کیلئے وہ ہر حال میں موزوں ہیں عبدالحق صاحب مسکین الطبع اور نفس کش انسان ہیں اور گویا وہ اس کیلئے پیدا کئے گئے ہیں انہوں نے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے ہم ساروں کی طرف سے، ہمارا نفس بڑا ہے ہم میں تکبر ہے ہم یہ کام نہیں کر سکتے تھے میں نے کہا حضرت آپ دارالعلوم کی کامیابی کے لئے دعا فرماویں فرمایا نہیں آپ کے کہنے پر نہیں پھر فرمایا نادان، آپ کو کیا معلوم ہے حقانیہ کو ہم نے اپنا مدرسہ سمجھ لیا ہے اس کے لئے دعا میرا فریضہ ہے اور دارالعلوم کا وجود انہیں صبح و شام کی دعاؤں کا ثمرہ ہے آپ لوگ دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں مطمئن رہیے پھر فرمایا کہ پیر صاحب (ایک مقامی بزرگ) آپ کے مقابلہ میں جو کچھ کر رہے ہیں اس کی فکر نہ کریں حق کے مقابلہ میں ہمیشہ رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں پھر کہا کہ والد صاحب کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں کہ دیگر مدارس کی طرح وہاں طلبہ سے چندہ نہ کرایا جائے اس میں طلبہ کی بے عزتی ہے (الحمد

للہ دارالعلوم میں یہ سلسلہ قطعی بند ہے) اور دوسرے وہ سوال کے عادی ہو جاتے ہیں دوسرا یہ کہ اپنے شاگردوں کو اور مدارس بنانے سے منع کریں اور حقانیہ کو جو مرکزیت حاصل ہے اس کو خراب نہ کریں اگر خوانخواہ مدارس بنائے جائیں تو شرح جامی تک پڑھانے کے بعد وہ طلبہ کو حقانیہ بھیجا کریں پھر فرمایا کہ میں نے ابھی تک قصور کیا ہے اور فریضہ میں کوتاہی کی کہ آپ کے ہاں ابھی تک حاضر نہیں ہوا اور موقع ملنے پر آؤ نگا۔

O

۸؍اپریل: رات کو مولانا احتشام الحق تھانوی کی تقریر چوک یادگار میں سنی۔

۱۴؍اپریل: آج ۱۳ اور ۱۴ کی درمیانی شب ۹ بجے کے قریب برادرم شمس الرحمٰن ولد جناب عبدالرحمٰن بابا (شیخ الحدیث کے عم محترم) کا پہلا فرزند پیدا ہوا۔

۱۶؍اپریل: بعد از ظہر جمعیت علماء اسلام نوشہرہ کی میٹنگ میں شرکت کی۔ شام ۷ بجے پیر مانکی شریف کی دعوت میں شرکت کی۔

۱۷؍اپریل: الحاج شیر افضل خان ممبر شوریٰ حقانیہ کے ہاں دعوت میں شرکت کی، جہاں علاقہ کے با اثر شخصیات بھی موجود تھے۔اس موقع پر پیر مانکی شریف سے مختلف امور پر گفتگو رہی جن میں حضرت ام المومنین عائشہؓ کی عمر مبارک ،ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی فتنہ انگیزیاں شامل تھیں، جناب غلام فاروق خٹک صاحب (وفاقی وزیر گورنر مشرقی پاکستان) سے بھی تفصیلی گفتگو ہوئی۔

۲۰؍اپریل: قاری سعید الرحمٰن صاحب ۷ بجے سفر حج سے واپس راولپنڈی پہنچے۔ میں بھی ان کے استقبال کے لئے گیا تھا۔

۲۶؍اپریل: گورنر کی طرف سے ماہنامہ ''الحق'' کے بارے میں وارننگ ملی۔

شیخ الحدیث صاحب کا پشاور کی مسجد قاسم علی خان میں درس قرآن کا افتتاح:

۲۵ اپریل۔ ۲۶ محرم ۱۳۸۸ھ: پشاور کے انجمن تبلیغ قرآن وسنت کے زیر اہتمام مسجد قاسم علی خان میں بعد از نماز عشاء والد ماجد حضرت شیخ الحدیث صاحب نے دو گھنٹہ پر محیط درس قرآن دے کر انجمن کے زیر اہتمام مجالس دروس قرآن کا افتتاح فرمایا۔ مسجد قاسم علی خان کا یہ درس قرآن دارالعلوم حقانیہ کے فاضل مولانا محمد یعقوب قاسمی دیتے ہیں، انجمن مذکورہ کی سرپرستی مولانا مفتی عبدالقیوم پوپلزئی فرماتے ہیں۔

شیخ الحدیث صاحب کا راؤ شمشیر علی خان کی خواہش پر احمد نگر کا دورہ اور خطاب:

۳ مئی ۶۸ء بمطابق ۴ صفر: برطانیہ میں مقیم دارالعلوم کے ایک مخلص پاکستانی ہمدرد راؤ شمشیر علی خان

کی خواہش پر والد ماجد تحصیل وزیرآباد کے موضع احمد نگر تشریف لے گئے جہاں آپ نے بعد از نماز عشاء ختم نبوت کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا۔احقر بھی بطور خادم ساتھ تھا۔

حضرت شیخ الحدیث کالاہور میں جمعیت کے تاریخی کانفرنس سے خطاب:

۴رمئی ،۵۔صفر: حضرت والد صاحب احمد نگر سے لاہورتشریف لے گئے جہاں موچی دروازہ میں جمعیت علماء اسلام کے مشہور نظام شریعت تاریخی کانفرنس میں دن دو بجے ارباب دعوت وعزیمت علماء حق کے کارناموں اور کردار کی روشنی میں اہل علم کی ذمہ داریوں پر خطاب فرمایا پھر برکت علی ہال کے جلسہ میں شرکت کی۔۵مئی کو بھی جلسے میں شریک رہے، بعد از ظہر علماء کا پاکستان میں پہلا تاریخی جلوس نکلا۔والد صاحب پہلی کار میں تشریف فرما تھے اور جلوس کے اختتام تک ساتھ رہے۔

ضیاء العلوم بیگم پورہ لاہور میں درس قرآن:

۵:مئی ۶رصفر ۱۹۶۸ء: بعد از نماز عشاء شیخ الحدیث والدی المکرّم بیگم پورہ کے علاقہ (لاہور) میں حقانیہ کے ایک ہونہار فاضل مولانا لطیف الرحمٰن (گلگتی جو کہ حضرت کے چہیتے شاگرد ہیں) کے قائم کردہ مدرسہ ضیاء العلوم تشریف لے گئے۔جہاں مدرسہ کا معائنہ بھی فرمایا اور بعد از عشاء درس قرآن بھی دیا۔الحمدللہ کہ یہ مدرسہ فاضل مذکور کے مساعی کے طفیل بڑی تیزی سے ترقی کے مراحل طے کررہا ہے۔

میاں عبداللہ جی کی سرکردگی میں بیرون ممالک کی جماعت کی آمد:

۹رمئی ۱۹۶۸ء، ۱۰رصفر ۸۸ء: تبلیغی جماعت کے میاں جی عبداللہ صاحب رائیونڈ دیگر سرکردہ حضرات کی معیت میں بیرون ممالک کی جماعت کیساتھ دارالعلوم تشریف لائے اس جماعت میں شام سوڈان ترکی اور عراق کے علاوہ امریکہ کے بعض نومسلم نیگرو حضرات بھی شامل تھے دارالحدیث میں شام اور سوڈان کے بعض حضرات کے پرخلوص جذبات وخیالات (عربی زبان میں) سے طلبہ مستفید ہوئے۔

حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی دامت برکاتہم کی آمد:

حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی صاحب ایک سفر کے دوران دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے طلبہ واساتذہ کوشرف مصافحہ وہمکلامی حاصل ہوا آپ نے دارالعلوم کی باطنی وظاہری ترقیات کیلئے دعائیں فرمائیں۔

دارالعلوم اتمانزئی اور نوشہرہ انجمن خدام الدین کے جلسوں میں شرکت

۱۱مئی ۱۹۶۸ء: شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی صاحب کا دارالعلوم تشریف لائے اور

طویل دعا فرمائی ، پھر والد صاحب کے ساتھ اکھٹے چارسدہ کے معروف دینی ادارہ دارالعلوم اتمان زئی کے جلسہ میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے۔

۱۱/مئی: جہانگیرہ دریائے کابل پر بننے والے نئے پل کی افتتاحی تقریب میں شرکت کی۔

۳۱ مئی: رات کو چوک یادگار میں قاری عبدالباسط خلیل مصری اور دیگر قرآءِ عالم کی تلاوت سننے کی سعادت حاصل کی۔ ڈیڑھ بجے واپسی ہوئی۔

۷/جون ،۱۰/ربیع الاول: انجمن خدام الدین نوشہرہ کے زیرانتظام سہ روزہ کانفرنس کا افتتاح والد ماجد نے کرتے ہوئے صدارتی تقریر فرمائی۔

مظفرآباد سیرت کانفرنس میں شرکت اور صدر آزاد کشمیر سے ملاقات:

۹/جون،۱۲/ربیع الاول: سیرت کمیٹی آزاد کشمیر کی دعوت پر والد صاحب پہلی دفعہ مظفرآباد تشریف لے گئے‘ جس پر مظفرآباد کے مختلف حلقوں نے نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ رات کو آزاد کشمیر کے صدر الحاج عبدالحمید خان کی زیرصدارت گورنمنٹ کالج کے وسیع میدان میں سیرت کمیٹی کے زیراہتمام جلسہ میں والد ماجد نے سیرت مطہرہ کے مختلف پہلوؤں اور بالخصوص جہاد کے موضوع پر سیرحاصل خطاب فرمایا اور اس ضمن میں مسلمانان کشمیر کے جذبہ جہاد کو سراہا۔ بعد از مغرب صدر آزاد کشمیر نے عشائیہ دیا جس میں خصوصی ملاقات رہی۔

مولانا درخواستی کی آمد:

۱۰/جون: حضرت مولانا عبداللہ درخواستی دارالعلوم تشریف لائے اور کچھ دیر قیام کے بعد واپسی ہوئی۔

۱۶/ربیع الاول: آج رات مردان کے مدرسہ عربیہ شیرگڑھ کے سالانہ جلسہ میں والد صاحب نے شرکت فرمائی۔

۱۰/جولائی: مولانا احمد عبدالرحمٰن صاحب صدیقی خدام الدین نوشہرہ کے والد صاحب کا انتقال ہوا۔

مولانا افغانی کی آمد:

۲۰/جولائی: مولانا شمس الحق افغانی دارالعلوم تشریف لائے اور فضیلت علم پر تقریر فرمائی پھر والد ماجد کی معیت میں تربیلہ ڈیم تشریف لے گئے، جہاں دونوں نے سیرت کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

☆ نوشہرہ میں محکمہ تعلیم کی طرف سے ناظرہ کورس کے اختتام پر تقریب تقسیم اسناد میں شرکت کی۔

۳۰؍جولائی: دفتر میونسپل کمیٹی اکوڑہ کی تقریب افتتاح میں بعد از عصر ڈی سی نوشہرہ کی دعوت پر شرکت کی۔

دختر کی پیدائش اور شیر خوارگی میں انتقال:

۱۷؍اگست: برخوردار حامد الحق کی ہمشیرہ (جو اس کے بعد ہے) صبح نماز فجر کے وقت پیدا ہوئی۔ عافاھا اللہ و عصمھا بعد میں میری یہ چھوٹی بچی نعیمہ میرے سفر حج کے دوران عیدالاضحیٰ ۱۳۸۸ھ سے دو چار روز قبل اچانک مرض تشنج میں انتقال کرگئی۔ عمر تقریباً ۸ ماہ کے لگ بھگ تھی۔ تدفین جد امجد الحاج مولانا معروف گلؒ کے سرہانے خاندانی قبرستان اکوڑہ خٹک میں ہوئی۔ اللھم اجعلھا اجراً وذخراً۔ میں سفر حج سے واپسی پر جامعہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی ٹھہرا وہاں مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ بھی تشریف فرما تھا، انہوں نے اس حادثہ کی اطلاع دی اور فرمایا میں اتفاق سے اس دن اکوڑہ گیا تھا اور جنازہ میں مجھے شرکت کا موقع ملا۔

مولانا مبارک علی کی رحلت پر تعزیتی جلسہ:

۳۰؍اگست: مولانا مبارک علی، نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف کا حضرت والد ماجد سے بے حد قریبی تعلق اور روابط تھے۔ یکم ستمبر کو دارالعلوم میں ایصال ثواب اور تعزیتی جلسہ ہوا۔

رائے ونڈ کا سفر اور اکابر جماعت سے ملاقاتیں:

۳۰ ستمبر تا ۲؍اکتوبر: مولانا شیر علی شاہ، قاری سعید الرحمٰن کی معیت میں ٹائمکو کار کے ذریعے پنڈی سے لاہور روانہ ہوئے۔ رات ۱۲ بجے پہنچے۔ صبح گلبرگ میں پیر مجددی صاحب سے ملاقات کی۔ بعد از نماز عصر مولانا مفتی محمد یوسف ماموں کانجن (لدھیانوی شہید مراد ہیں جو ماموں کانجن لاحقہ کے ساتھ الحق میں لکھتے تھے، بعد میں حضرت مولانا بنوری نے ان کی صلاحیتوں کو دیکھ کر انہیں نیو ٹاؤن بلایا) سے ملاقات ہوئی۔ شام کو رائیونڈ پہنچے، جہاں دیگر اکابر جماعت کے علاوہ مولانا عبدالوہاب صاحب ہاٹ ہزاری خلیفہ حضرت تھانوی سے ملاقاتیں ہوئیں، رات کو ۱۲ بجے واپسی ہوئی گلبرگ میں قیام رہا۔

۲؍اکتوبر: دن کے وقت جامعہ اشرفیہ میں قیام رہا۔ شام کو حافظ آباد گئے۔ گوجرانوالہ مدرسہ نصرت العلوم سے ہوتے ہوئے واپسی ہوئی۔

حقانیہ تمام مدارس میں ممتاز اور حضور اقدسؐ کا اعجاز ہے: مولانا رسول خان ہزاروی کے فرمودات:

۱۸۔ اکتوبر ۱۹۶۸ء: حضرت والد ماجد مدظلہ کے معیت میں حضرت مولانا رسول خان ہزاروی سے جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد میں ملاقات ہوئی، آپ نے فرمایا میرے نزدیک دیوبند علوم کا ام القریٰ ہے پہلے بھی اور اب بھی علم فقہ حدیث تقویٰ وتدین سب کچھ وہاں سے نکلی، باقی سب جہل ہیں۔

فرمایا اس زمانہ کا مجتہد شیطان سے بھی زیادہ سمجھ دار ہے۔

فرمایا اس وقت مصری علماء سب فرعون کے قائم مقام ہیں۔ جو حیثیت فرعون کے سامنے موسیٰ کی تھی، وہی حیثیت ان کے ہاں شریعت کی ہے۔ والد صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا آپ کا مدرسہ علمی حیثیت (زور دیتے ہوئے) سے سارے مدارس میں ممتاز ہے۔ اسلئے کہ آپ وہاں صرف فن والے مدرس نہیں رکھتے بلکہ وہ فن دان (ماہرین فن) ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا: آپ نے اپنے علاقے فرنٹیئر میں دین کی جو خدمت کی اس کی نظیر نہیں ہے۔

کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ ایسے ملک میں ایسا مدرسہ چلانا حضور اقدسؐ کا اعجاز ہے کہ ایسے اجہل الناس علاقے میں ایسا کام ہوا۔ اس مجلس میں حضرت مولانا شمس الحق افغانی بھی موجود تھے۔ فرمایا کہ منطق کے بغیر حسامی کا باب قیاس نہیں سمجھا جا سکتا ہے بلکہ توحید تک (دلیل وحجت وغیرہ کی بنیاد پر مقصود ہے) رسائی صحیح نہیں ہوتی، پھر دیر تک منطق وفلسفہ اور خاص طور پر اصول فقہ پر گفتگو فرماتے رہے۔

والد صاحب کا نماز جمعہ کا خطاب، قاری محمد طیب کی محفلیں:

۱۸۔ اکتوبر ۶۸ء: والد صاحب نے نماز جمعہ سے قبل جامع مسجد جامعہ اشرفیہ لاہور میں اہمیت اتباع سنت واسوہ حسنہ پر تقریر فرمائی۔ خطبہ ونماز حضرت قاری محمد طیب قاسمی نے پڑھائی۔ بعد از ظہر محمد فاضل صاحب کیساتھ انکے ہاں گئے، شام کے بعد واپسی ہوئی، رات بھر پرلطف محفلیں حضرت قاری صاحب کے ساتھ رہیں۔ صبح ۱۱۹ کتوبر ۶۸ء مولانا ادریس کاندھلوی، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا مفتی محمد شفیع سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ پھر عوامی ایکسپریس سے واپسی ہوئی۔

سہ ماہی امتحان: صفر ۸۸ھ دارالعلوم کا سہ ماہی امتحان صفر کے پہلے ہفتے میں منعقد ہوا ابتدائی کتابوں کا امتحان تقریری جبکہ وسطانی اور درجہ علیا کا امتحان تحریری طور پر لیا گیا

حضرت مولانا عبداللہ درخواستی کی تشریف آوری اور طلبہ میں شیرینی تقسیم کرنا:

۱۳؍ربیع الاول ۸۸ھ ۱۰؍جون ۱۹۶۸ء حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی امیر جمعیۃ علماء اسلام انجمن

خدام الدین نوشہرہ کے جلسہ سے فارغ ہو کر دارالعلوم تشریف لائے ان کی آمد سے دارالعلوم میں کافی چہل پہل رہی اس موقع پر آپ دارالحدیث میں طلباء اور اساتذہ کو دیر تک اپنے گرانمایہ ارشادات اور انمول مواعظ ونصائح سے محظوظ فرماتے رہے اپنے خطاب میں انہوں نے دارالعلوم کو اکابر کی یادگار قرار دیا طلبہ دارالعلوم کے ماحول میں آپ کی طبیعت پر بشاشت کے عجیب آثار نمایاں نظر آرہے تھے بنا بریں شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جیب سے شیرینی منگوا کر طلباء میں تقسیم کی۔

حضرت پیر مانکی روح الامین صاحب کی حقانیہ آمد:

حضرت پیر مانکی شریف روح الامین صاحب پہلی دفعہ دارالعلوم تشریف لائے اور مجلس شوریٰ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی ان کے اس حوالہ سے جو احساسات اور تاثرات تھے وہ انہوں نے واپس جا کر اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ ارسال فرمائے جسکے ساتھ دارالعلوم کیلئے ایک ہزار روپیہ کا گرانقدر عطیہ بھی بھیجا۔

دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کا اجلاس:

۱۲/ستمبر ۱۹۶۸ء دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس حضرت پیر روح الامین سجادہ نشین مانکی شریف کی صدارت میں منعقد ہوا حضرت والد ماجد نے سال رواں کے بجٹ پر مفصل رپورٹ پیش کی جس میں فرمایا کہ آمدنی سال گزشتہ ۱۳۸۳ میں ایک لاکھ تریسٹھ ہزار ایک سو بہاسٹھ روپیہ دو پیسے تھی اور خرچ ایک لاکھ انچاس ہزار پانچ سو پچتالیس روپیہ اکیس پیسے ہوئے سال ۱۳۸۸ (رواں سال) کیلئے ایک لاکھ تریاسی ہزار پانچ سو پانچ روپیہ کا میزانیہ پیش کیا گیا۔

تبلیغی جماعت کے معروف رہنما مولانا سعید خان کی دارالعلوم آمد:

۱۱/اکتوبر ۶۸ء عالم اسلام بالخصوص حرمین الشریفین میں تبلیغی جماعت کے مشہور رہنما حضرت مولانا سعید خان صاحب مکہ معظمہ دیگر تبلیغی اکابر جماعت کیساتھ دارالعلوم تشریف لائے دارالحدیث میں علم کی فضیلت اور اسکی روح کے عنوان پر نہایت مؤثر اور رقت آمیز خطاب فرمایا چند گھنٹے قیام کے بعد واپس چلے گئے۔

حضرت حکیم الاسلام کی حقانیہ تشریف آوری اور درس بخاری شریف:

۱۲،۱۳/اکتوبر ۱۹۶۸ء: ویسے تو حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی پاکستان تشریف آوری کیساتھ ہی دارالعلوم حقانیہ میں ان کی آمد غلغلہ تھا دارالعلوم کا پورا حلقہ سراپا شوق و مشتاق دید بنا ہوا تھا اور پھر حضرت قاری صاحب بھی اپنے گرامی ناموں میں تشریف لانے کا عزم مصمم اور

اشتیاق ظاہر فرما رہے تھے مگر ویزہ کی پابندیوں کیوجہ سے اور پروگرام کی غیر یقینی ہونے کی وجہ سے یہاں کا یہ شوق کبھی مایوسی اور پریشانی میں تبدیل ہو جاتا آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت کی آمد کی راہیں کھول دیں اور وزارت داخلہ نے دارالعلوم حقانیہ آنے کا ویزہ دے دیا حضرت کی آمد سے چند گھنٹے قبل تک پروگرام غیر یقینی تھا اس لئے دور دراز کے محبین تک اطلاع نہ دی جا سکی احقر قاری صاحب کو لانے کیلئے ہری پور گیا ساڑھے تین بجے کار میں لیکر ہری پور سے چلے تربیلہ اور بہبودی حضرو میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری کی رہائشگاہ سے ہوتے ہوئے سوا سات بجے اکوڑہ خٹک پہنچے راستہ میں قاری صاحب اٹک دریائے کابل و سندھ کے سنگم اور پر فضا قدرتی مناظر سے بہت محظوظ ہوئے اور ان مقامات کو جدید طریقوں سے ترقی نہ دینے پر افسوس کا اظہار کرتے رہے۔ فرمایا کہ دیگر ممالک میں ایسے مقامات سے عجیب تفریحی علاقے بنا دیتے ہیں اکوڑہ خٹک پہنچے پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی سرکردگی علماء، وطلباء، اساتذہ اور دیندار مسلمانوں کے جم غفیر نے والہانہ استقبال کیا دارالعلوم کے درو دیوار حضرت نانوتویؒ اکابر دیوبند اور حضرت حکیم الاسلام زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھے ۱۲ سے ۱۴ اکتوبر روانگی تک قیام دارالعلوم میں ہی رہا اس دوران ہر وقت ان کے ہاں علماء وصالحین و عامۃ المسلمین کا تانتا بندھا ہوا تھا بعض اجلہ اکابر جس میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کی تلمیذ خاص اور رفیق و اسیر مالٹا مولانا عزیر گل مدظلہ بھی شامل ہیں بھی دارالعلوم پہنچے ۱۳ ر اکتوبر کو دارالعلوم کے تمام شعبوں عمارتوں مطبخ کتب خانہ دارالاقامہ وغیرہ کا معائنہ فرمایا کچھ دیر کیلئے دفتر ماہنامہ ''الحق'' کو بھی اپنے قدوم اور کامیابی کی دعاؤں سے نوازا دارالعلوم کے شعبہ اطفال مدرسہ تعلیم القرآن مڈل سکول کی کلاسوں اور بچوں کی تعلیمی صلاحیتوں کا معائنہ بھی فرمایا اور کچھ دیر تک بچوں کو علم و حکمت سے لبریز نصائح فرمائے چونکہ حضرت قاری صاحب کی تقریر و خطاب پر پابندی تھی اس لئے طلباء کی خواہش و اصرار پر بعد نماز ظہر بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دینا منظور فرمایا اس موقع پر نہ صرف ہال بلکہ باہر کے برآمدے بھی اہل علم اور سامعین سے کچھا کھچ بھرے تھے قاری صاحب نے بخاری کی پہلی اور آخری حدیث پر حکیمانہ درس نماز عصر تک دیا۔

ماہنامہ ''الحق'' کیلئے قاری طیب صاحب کا گرانقدر انٹرویو:

بعد نماز عشاء قاری صاحب نے ''الحق'' کیلئے حضرت نانوتویؒ کی زندگی کے زرین اصول، دارالعلوم دیوبند کے مستقبل اور خود اپنی سوانح نیز مسلمانوں کے زوال کے اسباب اور علماء و ارباب مداس کے لئے اپنے زرین نصائح کے موضوعات پر ایک بلند پایہ انٹرویو دیا جسے ریکارڈ مشین کے ذریعہ محفوظ کیا گیا۔

(نوٹ) یہ انٹرویو بعد میں ''الحق'' میں قاری محمد طیب صاحب سے ایک ملاقات کے عنوان سے ماہ جنوری و فروری

۱۹۶۹ء کو دو قسطوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اور آنے والے مولانا سمیع الحق کی نئی تالیف اور حقانیہ سے خطبات مشاہیر میں شامل ہوا ہے۔ عرفان الحق)

کتاب الاراء میں قاری صاحب کے تاثرات:

۱۴ اکتوبر: واپس تشریف لے گئے طلباء و اساتذہ نے انہیں دھڑکتے دلوں کیساتھ الوداع کیا دارالعلوم کے کتاب الاراء میں آپ نے مندرجہ ذیل تاثرات ثبت فرمائے جسکے آخر میں حضرت مولانا میاں عزیر گل صاحب اسیر مالٹا نے بھی دعائیہ کلمات تحریر فرمائے۔

آج بتاریخ ۲۰ رجب ۸۸ھ احقر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں حاضر ہوا دارالعلوم حقانیہ کی عظیم الشان عمارت آنکھوں کے سامنے ہے اور اس عمارت کی روح تعلیم و تربیت اور دینی معاشرہ دل کے سامنے ہے میں یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہوں گا کہ دین و دیانت اور علم و فراست میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک دیوبند ثانی ہے اس دارالعلوم کے بادیانت نظم کی روح حضرت مولانا عبدالحق صاحب دام ظلۂ کی ذات ستودہ صفات ہے ان کا دیکھ لینا حقانیہ کی حقانیت کو دیکھ لینا ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ سلف صالحین کا علمی ترکہ یہاں پوری طرح سے محفوظ ہے یہ اس علاقہ کی خوش قسمتی ہے کہ اسمیں مولانا جیسی شخصیت اور حقانیہ جیسی درسگاہ موجود ہے یہ اس علاقہ کی خوش قسمتی ہے کہ اس میں مولانا جیسی شخصیت اور حقانی جیسی درسگاہ موجود ہے طلبہ کا بحمد للہ رجوع عام ہے اور سب پر دین کے اثرات اور خشیت اللہ کا رنگ نمایاں طریق پر محسوس ہوتا ہے دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس درسگاہ کو دائم و قائم رکھے اسے علم کا روشن مینارہ بنائے رکھے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد، محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند، نزیل حال اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا محمد طیب صاحب چونکہ ہمارے سردار ہیں اس لئے اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ اپنے طرف کچھ عرض نہ کردوں صرف حضرت مولانا مذکور الصدر کی دعاؤں پر آمین کہوں۔ والسلام: بندہ محمد عزیر عفی عنہ

حامد الحق قاری طیب قاسمی کی گود میں

اکتوبر ۶۸: قاری طیب صاحب کی آمد کے موقع پر برخوردار حامد الحق کو یہ کہہ کر خدمت میں پیش کیا گیا کہ حضرت خادم زادہ کیلئے دعا فرمائیں تو فرمایا: نہیں مخدوم زادہ ہے۔ پھر نام پوچھا سن کر فرمایا ان شاء اللہ لکل من اسمہ نصیب۔ گود میں لیا تو وہ ہونٹوں اور انگلیوں سے آوازیں نکالتا رہا تو فرمایا کہ بہت خوب آوازیں دیتا ہے، دیر تک ظرافت آمیز چھیڑ چھاڑ فرماتے رہے اور دعائیں دیں۔

صدمہ جانکاہ (بڑی ہمشیرہ محترمہ کا انتقال):

۲۲/اکتوبر: اکتوبر کی درمیانی شب کو دس بجے ہمشیرہ محترمہ (بی بی زینب) کے انتقال کا حادثہ یکا یک پیش آیا۔ مرحومہ کی عمر ۲۲ سال تھی۔ انتقال مرض ولادت میں ہوا' بچی (ثمینہ گل زوجہ جناب عبدالرب صاحب) ولادت سے تھوڑی دیر بعد ماں کے سایہ شفقت سے محروم ہوگئی۔ جوانمرگ ہمشیرہ کی اچانک جدائی نے پورے خاندن کے دلوں کو مجروح کردیا ہے۔ بالخصوص والدین کے لئے تو اولاد کا یہ پہلا ہی صدمہ ہے۔ وفات کی اطلاع چند مخصوص اعزہ اور احباب کو دی گئی مگر یہ خبر راتوں رات جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ اور ۲۳ کی صبح سے مہمانوں کا تانتا لگ گیا۔ نماز جنازہ ۲ بجے ہوا۔

والد صاحب نے جنازہ پڑھایا: ہزاروں افراد جن میں علماء، صالحین اور دیندار حضرات کی اکثریت تھی، نے جنازہ میں شمولیت کی۔ اکوڑہ خٹک کی تاریخ میں یہ جنازہ اپنی نظیر آپ تھا اور علماء اور اہل اللہ کی شمولیت مرحومہ کی سعادتمندی کی علامت تھی۔ اس وقت سے لے کر اب تک تعزیت کرنے والوں کا سلسلہ جاری ہے۔ بیشمار خطوط آرہے ہیں، (مکتوبات مشاہیر کے اکثر جلدوں میں اس وقت کے اکابر برصغیر دیوبند لکھنو اعظم گڑھ علی گڑھ دہلی کے اداروں کے تعزیتی مکتوبات کا ذکر ہے۔ عرفان الحق)

کئی جگہ مخلصین نے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام بھی کرایا۔ ان تمام حضرات کا پورا خاندان بالخصوص والد بزرگوار حضرت شیخ الحدیث مدظلہ' نہایت شکرگزار ہیں اور دل کی گہرائیوں سے اس صدمہ میں ہمدردی کرنے والوں بالخصوص پورے اہل قصبہ کے رفع درجات کیلئے سب دست بدعا ہیں، جنہوں نے مہمانوں کی خاطر داری اور سارے انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، نیز اپنے تمام مخلص قارئین اور متعلقین سے مرحومہ کے حق میں دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ہم سب اللہ کی امانت ہیں۔ ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی بجز صبر وشکر کے چارہ نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الحدیث مدظلہ' کا واہ کینٹ میں درس قرآن وحدیث کی تقریب میں شرکت:

۲۵ رشعبان ۱۳۸۸ء بمطابق ۱۷رنومبر ۱۹۶۸ء کو واہ کینٹ میں چوتھی سالانہ تقریب درس قرآن منعقد ہوئی جہاں ہر ماہ کے آخری اتوار کو مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب درس دیتے ہیں اس تقریب میں حضرت والد ماجد کے علاوہ فرزند شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انور صاحب اور حضرت مولانا بشیر احمد پسروری کے علاوہ احقر بھی مدعو تھا اس مجلس میں والد ماجد نے پون گھنٹے تک حفاظت قرآن کے موضوع پر خطاب فرمایا جسے محفوظ کیا گیا۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

داماد رسول ﷺ خلیفہ ثالث

امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورینؓ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم
وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (التوبہ:۱۰۰)

’’اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھا ہیں واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں وہ سکونت اختیار کریں گے انہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی۔‘‘

وعن طلحة بن عبيد قال قال رسول الله ﷺ لكل نبي رفيق ورفيقي يعني في الجنة عثمان (رواہ الترمذی)

’’حضرت طلحہ بن عبیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک رفیق (یعنی ہمراہ اور مہربان ساتھی) ہوتا ہے اور میرے رفیق یعنی جنت میں عثمانؓ ہیں‘‘

صحابہ کرام کا روشن کردار

محترم سامعین! پچھلے دو جمعوں سے نبی کریم ﷺ کے جانثار صحابہ کرامؓ کا تذکرہ چل رہا ہے۔ جس طرح نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس بے مثال اور با کمال تھی تو اسی طرح اصحاب نبی ﷺ بھی بے مثال اور با کمال تھے، حضور اکرم ﷺ نے مکہ کے سرزمین میں سخت مشکلات اور شدید ترین مخالفتوں کے باوجود نور ہدایت کا چراغ روشن فرمایا اور پھر اسی چراغ سے روشنی پھیلتی چلی گئی، حالانکہ کفار نے اسی چراغ کو بجھانے کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر خداوند کریم کی طرف سے اعلان ہوا واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون پھر اسی چراغ سے صدیق اکبرؓ کی شخصیت روشن ہوئی، حضرت عمر فاروقؓ کی ذات روشن ہوئی اور پھر یہ سلسلہ تمام عرب میں پھیلا اور ایسے لوگ پیدا ہوئے کہ سورج کی آنکھ نے نہ کبھی دیکھے اور نہ کبھی بعد میں دیکھے گا۔ صحابہ کرامؓ کو جو مقام

ومرتبہ حاصل ہے اس کا ادراک کرنا عقل کے لئے ناممکن ہے،

صحابہ کرامؓ کا مقام ومرتبہ

شہید اسلام حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ ایک جگہ پر صحابہ کی شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تم ہوا پر اُڑو یا آسمان پر چڑھ جاؤ سو مرتبہ مر کے جی لو تم اپنے آپ کو صحابی نہیں بنا سکتے، بہر حال صحابہ تو سب سے افضل ترین اور باکمال تھے، مگر ان میں حضرات خلفائے راشدین کو بڑا اونچا مقام اور مرتبہ حاصل ہے، اولین دو خلفائے راشدین کے ذکر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

خلیفہ ء ثالث دامادِ رسول ﷺ

آج خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کا مختصر تذکرہ عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔

محترم حضرات! آپ کا نام مبارک عثمان ابن عفانؓ تھا، اسلام کے ابتدائی دنوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، آپ چوتھے نمبر پر اسلام لانے والے ہیں اور سابقین اولین میں داخل ہیں، اپنے قبول اسلام کے بارے میں فرماتے ہیں، کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعوت پر جب ہم نے حاضر خدمت ہونے کا ارادہ کیا، تو ایک روز آنحضرت ﷺ خود ہی تشریف لے آئے، اور فرمایا یا عثمان! میں مخلوق خدا کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہوں، تو بھی خدا کی جنت قبول کر، ان جملوں میں نہ معلوم کیا اثر تھا، کہ اسی وقت کلمہ شہادت زبان پر جاری ہو گیا۔

استقامتِ عثمانؓ

مکی زندگی دیگر صحابہ کرامؓ کی طرح حضرت عثمانؓ نے بھی تکالیف برداشت کیں، اسلام لانے کے بعد آپؓ کے چچا حکم ابن ابی العاص رسی سے باندھ کر مارتا اور کہتا کہ اپنے آباء اجداد کا مذہب چھوڑ کر ایک نئے دین کو اختیار کیا ہے، خدا کی قسم اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک تو نئے دین کو چھوڑ نہ دیں، مگر حضرت عثمانؓ کی استقامت وصبر سے مجبور ہو کر آخر خاموش ہو گیا، اسی طرح آپؓ کی والدہ اُرویٰ کو بھی آپؓ کی اسلام لانے سے بہت صدمہ ہوا، اور وہ بھی ناراض ہو کر اپنے بھائی عامر ابن کریز کے گھر جا بیٹھیں اور پورے ایک سال بعد گھر آئیں۔

لقب ذوالنورین کی وجہ

معزز سامعین! حضرت عثمانؓ کو اللہ تعالیٰ نے وہ فضیلت بخشی ہے، جو نہ کسی کو ملی ہے اور نہ ہی قیامت تک

ممکن ہے، اور وہ شرف و مرتبہ آپؓ کا لقب ذوالنورین ہے، (یعنی دو نوروں والا)، حضرت عثمانؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کی صاجزادی حضرت رقیہؓ سے نکاح فرمایا، اور انکی وفات کے بعد آپ ﷺ کی دوسری صاجزادی حضرت اُم کلثومؓ آپ کی نکاح میں آئیں، اسی طرح یکے بعد دیگرے آپؓ کی دو صاجزادیاں آپؓ کی نکاح میں آئی اور یہ وہ فضیلت ہے کہ کائنات میں حضرت آدمؑ سے لیکر نبی آخر الزمان تک کسی کو حاصل نہ ہوئی۔ حضرت ام کلثومؓ کی وفات کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو وہ بھی حضرت عثمانؓ کو نکاح میں دے دیتا۔

ذو ہجرتین

اسی طرح حضرت عثمانؓ کو ایک فضیلت یہ بھی حاصل ہے، کہ آپ اسلام میں پہلے ہجرت کرنے والے ہیں، جب مکہ میں مظالم اپنے انتہاء کو پہنچ گئے تو نبی کریم ﷺ نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا، حضرت عثمانؓ اپنی اھلیہؓ حضرت رقیہؓ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ بہر حال حضرت عثمان غنیؓ اللہ تعالیٰ کے انتہائی اطاعت گزار، خشیت الٰہی کا غلبہ ہر وقت رہتا، قائم اللیل اور صائم النہار تھے، حضرت عثمانؓ چند سال حبشہ میں رہے، پھر مکہ واپس ہوئے اور مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

پیکر جود وسخا

حضرت عثمان غنیؓ کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کے ساتھ جود وسخا کی صفت بھی بدرجہ اتم عنایت عطاء فرمائی تھی، مدینہ آنے کے بعد مہاجرین کو پانی کی سخت ضرورت کے ساتھ تکلیف بھی تھی، پورے مدینہ شہر میں صرف ایک کنواں (بیئر رومہ) کے نام میں مشہور تھا، لیکن اسکا مالک ایک یہودی تھا، آپ جانتے ہیں کہ یہود قوم روز اول سے ہی سنگدل اور سود خور قوم تھی، انسان کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانا اور انہیں تنگ کرنا اس قوم کا محبوب پیشہ رہا ہے، اس یہودی نے بیئر رومہ کو معاش کا ذریعہ بنا رکھا تھا اور کنویں کا پانی مہنگے ریٹ پر فروخت کرتا تھا، دوسری طرف مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے، ان کی حالت کافی کمزور تھی، اور پھر پانی جیسی نعمت بھی پیسوں پر ملنا مشکلات کے باعث بنی، حضرت عثمانؓ سے یہ حالت دیکھی نہیں گئی اور انہوں نے کنواں خریدنے کا ارادہ کیا، مگر وہ یہودی کنواں فروخت کرنے پر راضی نہ ہوا بڑی سخت کوشش اور تگ و دو کے بعد صرف نصف حق بیچنے پر راضی ہوا، حضرت عثمانؓ نے وہ کنواں بارہ ہزار درہم میں خرید لیا مگر یہودی نے یہ شرط لگائی کہ ایک دن حضرت عثمانؓ کی باری ہوگی، اور دوسرے دن میری باری ہوگی، لیکن مسلمان

حضرت عثمانؓ کے نمبر میں اتنا پانی بھر لیتے کہ دو دن کے لئے کافی ہوتا،اور یہودی کے نمبر میں پانی کے لئے نہیں جاتا،آخر کار تنگ آکر وہ یہودی باقی آدھا کنواں بھی فروخت کرنے پر راضی ہوگیا،اور حضرت عثمانؓ نے مزید آٹھ ہزار درہم میں وہ نصف حق بھی خرید کر تمام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

دولت نعمت خداوندی

محترم سامعین! مال کمانا اور کثرت سے کمانا یہ عیب کی بات نہیں مگر جب جائز طریقوں اور حلال ذرائع سے ہوں تو یہ مال جنت جانے کا سبب بن سکتا ہے،آج کل کے بعض سرمایا داروں اور جاگیرداروں کے لوٹ مار اور حرام خوری نے یہ بات ہمارے ذہن میں بیٹھا دی ہے۔کہ اللہ والا ولی اور بزرگ،دیندار اور دیانتدار ہوسکتا ہے،جو مال سے بالکل پاک ہو جائیداد اور کسی قسم کے بھی پراپرٹی کا مالک نہ ہو۔یہ تصور قطعا غلط اور بے ہودہ بات ہے۔اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام علیھم السلام میں بھی ایسے ایسے انبیاء گزرے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان اور بے حساب دولت اور بے مثال حکومتوں سے نوازا۔

حضرت سلیمانؑ نے بھی ایسے محلات تعمیر کرائے تھے کہ ان کا صرف فرش دیکھ کر بلقیس جیسی دنیا دار عورت بھی دھوکہ کھا گئی تھی،اسی طرح صحابہ کرامؓ میں بھی ایسے صحابہؓ موجود تھے جن کی تجارت کئی کئی ملکوں تک پھیلی ہوئی تھی،ہم نماز میں روزانہ نماز میں اللہ تعالیٰ سے بہترین دنیا کے لئے سوال کرتے ہیں کہ ربنا آتنا فی الدنیاحسنة وفی الآخرة حسنة طلبائے کرام موجود ہیں،یہاں حسنہ سے مراد دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں،نعمتیں اور سہولتیں ہیں،جن میں مال و دولت اور سہولتیں،جائیدادیں وغیرہ سب داخل ہیں۔

''غنی'' کہلانے کی وجہ

بہر حال حضرت عثمان غنیؓ کو بھی اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا،اور اسی وجہ سے ''غنی'' انکے نام کا حصہ بن گیا مگر یہ مال اور دولت کبھی ان پر غالب نہ ہوئی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کے دل میں اسلام اتر کر اس کے بعد ان میں کوئی چیز باقی نہ رہی،صرف اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت باقی رہی۔حضرت عثمانؓ نے اپنی مال و دولت سے مسلمانوں کو اس وقت فائدہ پہنچایا جب امت محمدیہ ﷺ میں کوئی دوسرا ان کی امداد کرنے والا نہ تھا۔

اونٹوں کا عطیہ

حضرت عثمان غنیؓ کی جود و سخا بھی کافی مشہور تھی،ایک جہاد میں غربت کی وجہ سے مسلمانوں کو

پریشانی لاحق تھی اور کھانے پینے کا سامان بھی نہ ہونے کے برابر تھا تو بعض منافقین نے مسلمانوں کی غربت کا مذاق اڑایا تو حضرت عثمانؓ کے دل پر بڑا چوٹ لگا،اور اسی وقت چودہ انٹوں پر کھانے کا سامان لاد کر آنحضرت ﷺ کے پاس بھیج دیا،اور مسلمانوں میں تقسیم فرمادیں۔

''تبوک''میں ایثار

اسی طرح عزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عثمانؓ کی فیاضی آپ حضرات نے سنی ہوگی،کہ دس ہزار فوج کا ساز وسامان اکیلے ہی مہیا فرمایا اور اسکے علاوہ ایک ہزار اونٹ ستر گھوڑے اور ایک ہزار دینار نقد پیش فرمائے،

حضور اکرم ﷺ اس موقع پر اتنے خوش ہوئے کہ اشرفیوں کو اپنے ہاتھوں سے اچھالتے اور فرماتے کہ ما ضر عثمان ما عمل بعد ھذا الیوم ''آج کے بعد اگر عثمانؓ کوئی عمل نہ کرے تو اسکو نقصان نہیں پہنچائے گا''

وعن عبد الرحمن ابن سمرة قال جاء عثمانؓ الی النبی ﷺ بالف ودینار فی کمه حین جهز جیش العسرة ففشرها فی حجره فرأیت النبی ﷺ یقلبها فی حجره ویقول ما ضر عثمانؓ ما عمل بعد الیوم مرتین (رواہ احمد)

''حضرت عثمان ابن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت جبکہ جیش عسرہ یعنی لشکر تبوک کا سامان جہاد تیار اور فراہم کیا جا رہا تھا،حضرت عثمانؓ ایک ہزار دینار اپنے کرتہ کی آستین میں بھر کر نبی کریم ﷺ کے پاس لائے،اوران کو آپکی گود میں بکھیر دیا،میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے ،اور فرماتے کہ آج اس مالی ایثار کے بعد عثمانؓ سے اگر کوئی گناہ بھی سرزد ہو جائے تو ان کا کچھ نہیں بگڑے گا (یہ الفاظ آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمائیں)۔''

خشیت الٰہی

محترم دوستو! حضرت عثمانؓ کی خوف خدا،حیاء اور پاکدامنی کا پیکر،زھد وتقویٰ کا منبع،عجز وانکساری کا بہترین نمونہ،صبر وتحمل،رحم دلی اور ایثار کا بہترین مجموعہ تھے۔خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت آبدیدہ رہتے،قبر وآخرت کا خیال ہمیشہ دامن گیر رہتا،اتنے روتے کہ داڑھی آنسوں سے بھیگ جاتی۔

عشق رسول ﷺ کا عالم

حضرت عثمانؓ میں رسول اللہ ﷺ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔محبت کا یہ عالم تھا جس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کی دست مبارک پر بیعت کی تھی۔اس ہاتھ کو تمام زندگی نہ شرمگاہ کو لگایا اور نہ ہی نجاست سے نجس ہونے دیا۔حضرت عثمانؓ اپنے ہر قول،وفعل یہاں تک کہ حرکات وسکنات میں بھی اور اتفاقی باتوں میں بھی

رسول اللہ ﷺ کی اتباع فرماتے۔

فرشتے حیا کرتے تھے

حیاء اور پاکدامنی کا ایک عظیم مجسمہ تھے۔ایک دفعہ صحابہ کرام کے مجمع میں رسول اللہ ﷺ بے تکلفی کے ساتھ تشریف فرماتھے،زانوئے مبارک سے کچھ کپڑا ہٹا ہوا تھا،اسی دوران کئی حضرات تشریف لائے مگر آپ ﷺ اسی حالت میں بیٹھے رہے،مگر جب حضرت عثمانؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ سنبھل کر بیٹھ گئے،اور زانوئے مبارک پر کپڑا برابر کرلیا،صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے دوسرے حضرات کیلئے یہ اہتمام نہیں فرمایا کیا وجہ ہے۔تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عثمان کی حیاء سے تو فرشتے بھی شرماتے ہیں،تو کیا میں اس سے حیا نہ کروں؟

مورخین نے آپؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ تنہائی میں بھی برہنہ نہ ہوتے تھے،عبادت و ریاضت کا حال یہ تھا کہ دن بھر خلافت کے کاموں میں مصروف رہتے اور رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے بلکہ بعض اوقات ساری رات عبادت میں گزارتے ،اور ایک ہی رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے،مختصر یہ کہ ہر لحاظ سے ایک مکمل اور ذوالنورین لقب کے مستحق شخصیت تھے،اسی وجہ سے یہ عظیم نعمت حاصل ہوئی،

بیعت رضوان

محترم سامعین! حضرت عثمانؓ کی زندگی کا ہر گوشہ ،بہت بہترین اور افضل تھا۔بیعت رضوان کے موقع پر حضرت عثمانؓ کو وہ فضیلت حاصل ہوئی جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہ تھی۔حدیث مبارک ہے کہ

عن انسؓ قال لما امر رسول اللہ ﷺ ببیعة الرضوان کان عثمان رسول رسول اللہ ﷺ الیٰ مکة فبایع الناس فقال رسول اللہ ﷺ ان عثمان فی حاجة اللہ وحاجة رسولہ فضرب باحدی یدیہ علی الاخریٰ فکانت یدرسول اللہ ﷺ لعثمان خیراً من ایدیھم (رواہ الترمذی)

”حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ نے صحابہ کو بیعت رضوان کا حکم دیا تو اس وقت حضرت عثمانؓ رسول اللہ ﷺ کے نمائندے کی حیثیت سے مکہ گئے ہوئے تھے۔چنانچہ آپ ﷺ نے لوگوں سے (جانثاری) کی بیعت کی اور جب تمام مسلمان بیعت کرچکے اور عثمانؓ وہاں موجود نہیں تھا،تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عثمان اللہ کے دین اور اللہ کے رسول ﷺ کے کام پر گئے ہوئے ہیں،اور یہ کہہ کر آپ ﷺ نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا،پس رسول اللہ ﷺ کا وہ ہاتھ حضرت عثمانؓ کی طرف سے تھا باقی تمام صحابہ کے ان ہاتھوں سے بہتر اور افضل تھا جوانکی اپنی طرف سے تھے۔“

بہر حال حضرت عثمانؓ کی جگہ حضور اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ پیش کر دیا اللہ تعالیٰ نے اسکے علاوہ بہت سی خصوصیات سے آپ کو نوازا مگر وقت کی کمی کے باعث تمام واقعات و خصوصیات کا ذکر ناممکن ہے۔

خلافت کا زمانہ

حضرت عثمانؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد خلافت کی بھاگ دوڑ سنبھالی اور گیارہ سال بہترین خلیفہ رہے، مگر ابتدائی چھ سال بڑے امن وسلامتی سے گزرے، کئی علاقے فتح کئے مال غنیمت کی فراوانی تھی، ہر طرف خوشی، امن وامان تھا، پھر فتنے اور فساد شروع ہوئے، جس میں آخر کار حضرت عثمانؓ شہادت کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے، جس کا ذکر ان شاء اللہ اگلے جمعہ کو پیش خدمت کرنے کی کوشش کروں گا، رب العزت احقر اور تمام مسلمانوں کو حضرت عثمانؓ ذی النورین اور جملہ صحابہ کے کردار کو اپنانے کی ہمت اور توفیق سے نوازیں۔ (آمین)

☆☆☆

موتمر المصنفین کی نئی علمی، ادبی اور اصلاحی پیشکش

خوشخبری

دارالعلوم کے گزشتہ ٦٧ سالہ دور میں جن مشاہیر علم وادب اور ارباب فکر ونظر علماء و محدثین، مشائخ واکابرین امت، نامور اہل قلم، دانشور ومصنفین، مذہبی وسیاسی زعماء نے دارالعلوم حقانیہ کے منبر ومحراب سے جو خطبات فرمائے ہیں، ان کا مجموعہ

”منبر حقانیہ سے خطبات مشاہیر“

کے نام سے ہزاروں صفحات پر مشتمل دس جلدوں میں شائع ہو رہے ہیں۔ یہ ذخیرہ دارالعلوم کے سڑسٹھ (٦٧) سالہ دور پر محیط ہے علم وعمل، دعوت وجہاد، حکمرانی وسیاست اور تصوف و ارشاد کا یہ بحر ذخار شناوران علم وحکمت کیلئے ایک عظیم نعمت ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ

ترتیب وتدوین

شیخ الحدیث حضرت **مولانا سمیع الحق** مدظلہ

مولانا سعید الحق جدون*

شریعتِ اسلامی میں توہین رسالت کی سزا

فرانس کے توہین آمیز کردار کی روشنی میں

یہود بغض اور عداوت کی وجہ سے ایک عرصے سے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت یہ بات ہائی لائٹ کرنے کے لئے سرتوڑ کوشش کررہے ہیں کہ ''مسلمان دہشت گرد ہیں'' اس مقصد کے لئے انھوں نے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کو بدنام کرنے کا ایک منصوبہ بنایا ہے بلکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخانہ خاکوں اور فلموں کا مستقل سلسلہ بھی شروع کررکھا ہے۔

امریکہ کے سابق صدر جارج بش کے دور حکومت میں پادری فال ویل نے رسول اللہ ﷺ کو نعوذ باللہ دہشت گرد کہا۔ پھر پوپ بنی ڈکٹ نے بھی یہی الفاظ استعمال کئے۔ اس کے بعد ڈنمارک کے گستاخانہ خاکوں کا مقصد ہی یہی تھا کہ نعوذ باللہ مسلمانوں کے پیغمبر ﷺ دہشت گرد ہیں اور ان کی تعلیمات دہشت گردی کی تعلیمات ہیں، گیارہ ستمبر 2012 کو امریکہ میں ''مسلمانوں کی معصومیت'' کے نام سے جو فلم ریلیز کی گئی' یہ فلم ایک اسرائیلی یہودی ملعون باسل نے بنائی ہے۔ اس فلم میں بھی اس نے پیغمبر اسلام ﷺ کو دہشت گرد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور آپ ﷺ کے بارے میں توہین آمیز رویہ اختیار کیا ہے۔

اب فرانس میں توہین آمیز خاکوں کا یہ واقعہ مذکورہ منصوبہ بندی کی ایک کڑی ہے۔ آج یہ بہت بڑا مسئلہ ہے اس لئے مناسب یہ ہوگا کہ ہم قرآن وسنت اور فقہائے امت کے اقوال کی روشنی میں توہین رسالت کی سزا پر بحث کریں، کیونکہ بعض حضرات توہین رسالت کی سزا کے بارے میں مختلف قسم کے شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں اس سلسلے میں مذکورہ عنوان کے تحت قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی رو سے اس مسئلے پر معمولی کلام کرتے ہیں۔

توہین رسالت کی سزا قرآن کی نظر میں

قرآن کریم کے متعدد مقامات شاتم وگستاخ رسول ﷺ کے کفر وارتداد پر دلالت کرتے ہیں جن

---

* فاضل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

میں سے چند مقامات درج ذیل ہیں: (۱) توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والے کے کافر ہونے کی پہلی دلیل سورہ احزاب کی یہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ○ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا

"جولوگ اللہ اور اس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے، اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جو انہوں نے نہ کیا ہو ایذا دیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا"

(۲) توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والے کا کافر و مرتد ہونے کی دوسری دلیل سورۃ التوبہ کی یہ آیات ہیں جن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ○ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ○ وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ

"اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں اصل یہ ہے کہ یہ بزدل لوگ ہیں، اگر ان کو کوئی بچاؤ کی جگہ یا غار یا گھسنے کی جگہ مل جائے تو اسی طرح رسیاں تڑاتے ہوئے بھاگ جائیں، اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ صدقات (کی تقسیم) میں آپ پر طعنہ زنی کرتے ہیں اگر انکو اس میں سے حصہ مل جائے تو خوش رہیں اور اگر نہ ملے تو جھٹ خفا ہو جائیں"

(۳) شاتم رسول اور گستاخ مصطفیٰ ﷺ کے کفر کی تیسری دلیل سورۃ التوبہ ہی میں ہے جن میں ارشاد الٰہی ہے

يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَن تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُم بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ○ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ○ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ

"منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کے پیغمبر پر کہیں کوئی ایسی سورت نہ اتر آئے کہ ان کے دل کی باتوں کو ان (مسلمانوں) پر ظاہر کر دے۔ کہہ دیں کہ مذاق کئے جاؤ جس بات سے تم ڈرتے ہو اللہ اس کو ضرور ظاہر کر دے گا، اور اگر آپ ان سے دریافت کریں تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی بات چیت

اوردل لگی کرتے تھے‘ کہیں: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اوراس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو‘ اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کردیں‘ تو دوسری جماعت کوسزا بھی دیں گے‘ کیونکہ وہ گناہ کرتے رہے ہیں۔“

(۴) سورہ توبہ میں ناموس رسالت پر حرف گیری کی وجہ سے اذیت رسول ﷺ دینے والوں کیلئے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔

وَ مِنۡهُمُ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ النَّبِىَّ وَ يَقُوۡلُوۡنَ هُوَ اُذُنٌ‌ ؕ قُلۡ اُذُنُ خَيۡرٍ لَّـكُمۡ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ رَحۡمَةٌ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ‌ ؕ وَ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ

”اوران میں بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کوایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص کان کا کچا ہے،ان سے کہہ دیں کہ وہ کان کا کچا ہےتو تمہاری بھلائی کے لئے‘ وہ اللہ کا اور مومنوں کی بات کا یقین رکھتا ہے اور جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں ان کے لئے رحمت ہے اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو رنج پہنچاتے ہیں،ان کے لئے عذاب الیم تیار ہے۔“

(۵) نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے کفروارتداد کی پانچویں دلیل سورۃ النور میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا‌ ؕ قَدۡ يَعۡلَمُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ يَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡكُمۡ لِوَاذًا‌ ۚ فَلۡيَحۡذَرِ الَّذِيۡنَ يُخَالِفُوۡنَ عَنۡ اَمۡرِهٖۤ اَنۡ تُصِيۡبَهُمۡ فِتۡنَةٌ اَوۡ يُصِيۡبَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ

”مومنو! پیغمبر کے بلانے کوایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو‘ بیشک اللہ کووہ لوگ معلوم ہیں جو تم میں سے آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں تو جو لوگ اس پیغمبر کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں‘ ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو“

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے قرآن کریم کے ان پانچ مقامات کے علاوہ بھی تین مقامات سے توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والے کے کفر پر استدلال کیا ہے،جس کی تفصیل قارئین علامہ ابن تیمیہؒ کی کتاب ”الصارم المسلول علی شاتم الرسول “ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

دور رسالت میں توہین رسالت کی سزا:

توہین رسالت کی سزا کے بارے میں جس طرح متعدد آیات اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ اس جرم کا مرتکب کو قتل

کردینا ضروری ہے اس طرح آنحضرت ﷺ کی شان میں بے ادبی کرنے' گستاخ آمیز رویہ اختیار کرنے' مذاق اڑانے اوراستہزا کرنے والوں کی سزا قتل طے ہوجانے کا پتہ بکثرت احادیث رسول ﷺ سے بھی چلتا ہے۔

(۱) سیدنا ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک نابینا صحابی تھا' اس کی ایک باندی تھی' جس سے اس صحابی کے دو بچے تھے' وہ اکثر اللہ کے رسول ﷺ کو برا بھلا کہتی' نابینا اسے ڈانٹتا لیکن وہ نہ مانتی' منع کرتا تو وہ باز نہ آتی۔ وہ شخص کہتا ہے کہ ایک رات میں نے نبی کریم ﷺ کا تذکرہ کیا تو اس نے آپ کی شان میں گستاخی کی، مجھ سے صبر نہ ہوسکا، میں نے خنجر اٹھایا اوراس کے پیٹ میں گھسا دیا' وہ مرگئی' صبح جب وہ مردہ پائی گئی تو لوگوں نے اس کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا' میں اسے خدا کی قسم دیتا ہوں جس پر میرا حق نبوت ہے کہ جس نے یہ کام کیا ہے وہ اٹھ کھڑا ہو' یہ سن کر وہ نابینا گرتا پڑتا آگے بڑھا اورعرض کی' ''اے اللہ کے رسول ﷺ ! یہ میرا کام ہے' یہ عورت میری لونڈی تھی اور مجھ پر بہت مہربان اور میری رفیق تھی' اس کے بطن سے میرے دو ہیرے جیسے بچے ہیں' لیکن وہ اکثر آپ ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی' میں منع کرتا تو نہ مانتی، جھڑکتا تو بھی نہ سنتی، آخر گزشتہ رات اس نے آپ ﷺ کا تذکرہ کیا اورآپ کی شان میں گستاخی کی، میں نے خنجر اٹھایا اوراس کے پیٹ میں مارا، یہاں تک کہ وہ مرگئی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب لوگو گواہ رہو اس لونڈی کا خون رائیگاں ہے'' (سنن ابوداؤد: ۴۳۶۱)

(۲) حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ان یھودیة کانت تشتم النبی ﷺ وتقع فیه فخنقھا رجل حتیٰ ماتت فأبطل رسول اللہ دمھا ''بلاشبہ ایک یہودی عورت نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیا کرتی اور آپ کے بارے میں نازیبا کلمات کہا کرتی تھی' ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا، یہاں تک کہ وہ مرگئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا خون باطل قرار دیا'' (ابوداؤد: ۴۳۶۲)

(۳) عصما بنت مروان نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہجویہ اشعار پڑھا کرتی تو اس توہین کی وجہ سے حضرت عمیر بن عدی خطمی رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر سے واپسی پر اس عورت کو قتل کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی اس بات کا علم ہوا، آپ ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد حضرت عمیرؓ سے کہا' تم نے آخر کار اسے قتل کردیا؟ انہوں نے فرمایا ''ہاں! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اگر تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہو جس نے غیب سے اللہ اوراس کے رسول کی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔''

اسی موقع پر شاعر رسول ﷺ سیدنا حسانؓ بن ثابت نے یہ شعر کہے۔

بنی وائیل وبنی واقف وخطمة دون بنی الخزرج

متی مادعت اختکم ویحھا بعولتھا والمنسا بانجی

فهزت فتی ماجداً عرقه　　　کریم المداخل والمخرج　(الصارم المسلول : ۱/۱۵۴)

(۴)　　عمیر بن امیہؓ کی بہن نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی، جس کی وجہ سے اس نے اپنی بہن کو قتل کیا، مقتولہ کے بیٹوں نے شور مچایا، اور قاتل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے قریب تھا کہ کوئی مشکوک شخص قتل کر بیٹھتے حضرت عمیرؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور سارے معاملے کی خبر دی، تو آپ ﷺ نے عمیرؓ سے پوچھ لیا'' کیا تو نے اپنی بہن کو قتل کر دیا ہے؟ جواب دیا: ہاں! نبی کریم ﷺ نے پوچھا: تو نے اسے کیوں قتل کیا؟ عمیر نے جواب دیا: وہ آپ ﷺ کو برا بھلا کہہ کر مجھے تکلیف دیتی تھی، آپ ﷺ نے اس عورت کے بیٹوں کی طرف پیغام بھیج کر ان سے قاتلوں کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کسی اور کا نام لیا، آپ ﷺ نے انہیں صحیح قاتل کے بارے میں بتایا اور اس عورت کا خون رائیگاں قرار دیا، تو ان بیٹوں نے کہا: ہم نے سنا اور مان لیا'' (اسد الغابہ ۴/۲۷۳)

(۵)　　ابن خطل، مقیس ابن سابہ، عبداللہ ابن ابی سرح کا توہین رسالت کی وجہ سے سزا کا واقعہ احادیث کی کتابوں میں موجود ہے، ارباب سیر کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر یہ مژدہ سنایا کہ ''تم سب آزاد ہو'' تاہم بعض اشخاص کی نسبت قتل کا حکم دیا، جن کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے، عام ارباب سیر نے دس نام لکھے ہیں: مشہور مورخ ابن اسحاق نے آٹھ نام گنائے ہیں، ابوداؤد اور دارقطنی کی روایت سے چھ ہیں، بیہقی کی دوسری روایت سے چار ہیں، تین مرد اور ایک عورت، تین مرد ابن خطل، مقیس ابن سابہ اور عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح تھے جبکہ عورت کا نام ام سارہ تھا، بخاری شریف میں صرف ابن خطل کا واقعہ مذکور ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک غلام اس (ابن خطل) کے حوالہ کر کے ایک قبیلہ کے پاس عامل بنا کر بھیجا۔ راستے میں اس نے غلام سے کہا کہ میں سوتا ہوں تم جاگتے رہو اور کھانا وغیرہ تیار کر لو پھر مجھے جگا دو، وہ جاگا تو دیکھا کہ غلام سویا پڑا ہے، کھانا بھی تیار نہیں تھا، سخت غصہ میں غلام پر تلوار چلائی اور اسے قتل کر دیا۔ پھر سوچا کہ نبی کریم ﷺ اب مجھ سے ضرور قصاص لینگے، اس خوف کی وجہ سے مرتد ہو کر وہ مکہ آیا۔ چونکہ مکہ کے کافر مرتدوں کی بہت عزت افزائی کرتے تھے۔ اسلئے اس نے ارتداد پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ دو لونڈیاں اس غرض سے خریدیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہجویہ اشعار کہہ کر لوگوں کو سنائیں۔ یہ گستاخانہ اور گندے اشعار ہوتے تھے جو جگہ جگہ مجلسوں میں گائے جاتے تھے اور چونکہ ادب اور شعر و شاعری کا چرچا تھا۔ اس لئے یہ اشعار پھیل کر دوست دشمن سب کی زبانوں سے سنے جانے لگے۔ نبی کریم ﷺ کو اس سے بہت اذیت ہوتی تھی۔ بہرحال اس ظالم نے ایک تو قتل کیا تھا اور ہجویہ اشعار کا اہتمام جرم بالائے جرم تھا۔ اسلئے آپ ﷺ نے اس کو واجب القتل قرار دیا تھا۔

فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کے پردوں کو پکڑ کر ابن خطل معافی چاہتا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس زمانے میں بھی خانہ کعبہ کا غلاف ہوتا تھا۔ رحم کی درخواست رد کر دی گئی تو لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔

توہین رسالت کی سزا خلفاء راشدین کے دور میں:

خلفائے راشدین کے دور میں بھی توہین رسالت کے مرتکب کو قتل کیا جاتا تھا' اس سلسلے میں حضرت عمرؓ کا وہ واقعہ مشہور ہے' جب انہوں نے ایسے منافق کو جو نبی کریم ﷺ کا فیصلہ تسلیم نہ کرنے کے بعد آپ ﷺ کے پاس فیصلہ کے لئے آیا تھا' قتل کر دیا تھا۔ اس کے ورثاء یہ معاملہ نبی کریم ﷺ کے پاس لے کر گئے اور نبی کریم کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اس واقعہ کی خبر دے دی تھی' نبی ﷺ نے مقتول کا خون رائیگاں قرار دیا۔ اس مرحلہ پر سیدنا عمرؓ کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں۔

هكذا أقضي بين من لم يرض بقضاء رسول الله، فاتى جبريل رسول الله ﷺ فقال: إن عمر قد قتل الرجل وفرق الله بين الحق والباطل على لسان عمر' فسمّى الفاروق'

"اسکے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا' پھر جبریل نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہیں بتایا کہ عمر نے اس کو قتل کر دیا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان سے حق اور باطل کا فیصلہ کر دیا ہے' اس بناء پر عمر کا نام فاروق رکھ دیا گیا۔" (تفسیر الدر المنثور: ۱۸۰/۲)

حضرت عمرؓ کے دور کا ایک اور واقعہ بھی مشہور ہے کہ

"اہالیان بحرین کے بچے باہر نکل کر صوالجہ (ہاکی جیسا) کھیل رہے تھے اور بحرین کا بڑا پادری وہاں بیٹھا ہوا تھا، اچانک گینداس کے سینے پر جا لگی تو اس نے اسے پکڑ لیا، بچے اس سے گیند مانگنے لگے اس نے دینے سے انکار کر دیا اور نبی کریم ﷺ کو بھی گالی دی' سارے بچے مل کر اپنی کھیل کی لاٹھیوں کے ساتھ اس پر پل پڑے اور اس کو اس وقت زدوکوب کرتے رہے حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ یہ قضیہ عمر بن خطابؓ کی طرف بھیجا گیا تو بخدا آپ فتح یا مال غنیمت سے اس قدر خوش نہیں ہوئے جتنے بچوں کے اس بشپ کو قتل کرنے پر مسرور ہوئے اور آپ نے کہا کہ آج اللہ نے اسلام کو عزت دے دی ہے کہ بچوں نے اپنی نبی کی گستاخی پر غیض وغضب کا مظاہرہ کیا اور انہوں نے انتقام لے لیا۔"

(المستطرف فی کل فن مستظرف ۱/۴۶۲)

گستاخان رسول ﷺ کی سزا صحابہ کرامؓ کی نظر میں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے الصارم المسلول میں لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے شاتم و گستاخ کی سزا قتل ہے اور اس پر تمام صحابہ کرام ﷺ کا اجماع و اتفاق ہے اور پھر متعدد واقعات سے اس اجماع کو ثابت

بھی کیا ہے اور لکھا ہے کہ کسی مسئلہ میں اس سے زیادہ بلیغ اجماع کا دعویٰ ممکن ہی نہیں اور اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے اس اجماع کے خلاف کسی ایک بھی صحابی یا تابعی کا کوئی اختلاف قطعا ثابت نہیں ہے۔ صحابہ کا اجماع اس مسئلے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے' اور اس کی صراحت قاضی عیاض' امام ابن تیمیہ اور علامہ ابن عابدین شامی نے بھی کی ہے' قاضی عیاض لکھتے ہیں:

وهذا كله اجماع من الصحابة وأئمة الفتوىٰ من لدن الصحابة رضوان الله عليهم الى هلم جرا......ولا نعلم خلافا في استباحة دمه يعنى سباب الرسولﷺ بين علماء الأمصار وسلف الأمة وقد ذكر غير واحد الاجماع على قتله وتكفيره

جملہ صحابہ اور فتویٰ کے ائمہ کا ان کے کفر اور قتل پر آج تک اجماع چلا آ رہا ہے۔ شاتم رسول کے خون حلال ہونے میں دور حاضر کے علما اور اسلاف امت میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا اور ایک سے زائد ائمہ نے اس شاتم کے قتل اور کافر ہو جانے پر اجماع کا تذکرہ کیا ہے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: ۲/۹۳۲)

توہین رسالت کی سزا اجماع امت کی روشنی میں

امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی' اس کی سزا قتل ہے اس سلسلے میں چند تصریحات حسب ذیل ہیں: امام ابن منذرؒ فرماتے ہیں : أجمع عوام اهل العلم على ان حد من سب النبىﷺ القتل، وممن قاله مالك والليث وأحمد واسحاق وهو مذهب الشافعي

"عام اہل علم کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کو گالی دے' اس کی حد و سزا قتل ہے۔ یہ امام مالک' لیث' احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمھم اللہ کا قول ہے اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے"

امام ابوبکر الفارسؒ جو کہ امام شافعیؒ کے اصحاب میں سے ہیں کہتے ہیں

أجمع المسلمون على أن حد من سب النبى القتل

"تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والے کی حد و سزا قتل ہے۔"

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

وتحرير القول فيه: أن السباب إن كان مسلما فأنه يكفر ويقتل بغير خلاف وهو قول الائمة الاربعة وغيرهم وقد تقدم ممن حكىٰ الاجماع على ذلك اسحاق ابن راهويه وغيره ' وإن كان ذميا فإنه يقتل أيضاً في مذهب مالك وأهل المدينة وهو مذهب

أحمد وفقهاء الحديث (الصارم المسلول:ص ۳-۴-۲۵۳-۲۵۴)

اس مسئلہ میں فیصلہ کن اور طے شدہ بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا اگر مسلمان ہو تو اسے کافر قرار دیتے ہوئے بلا اختلاف قتل کیا جائے گا۔ یہ ائمہ اربعہ وغیرہ کا قول ہے اور یہ بات گزر چکی ہے کہ امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور اگر گالی دینے والی ذمی ہو تو وہ بھی امام مالک اور اہل مدینہ کے مذہب میں قتل کیا جائے گا اور امام احمد وفقہائے حدیث کا بھی یہی مذہب ہے"

گستاخ رسول کی سزا فقہ حنفی کی روشنی میں

فقہ حنفی کے مطابق توہین رسالت کی سزا قتل ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اگر ہے تو اس میں ہے کہ گستاخ رسول کی سزا بطور حد قتل ہے یا یہ جرم حد ارتداد کو مستلزم ہونے کی بناء پر مستوجب قتل ہے یعنی جرم کی تعبیر وتوجیہ میں اختلاف ہے' لیکن جرم کی سزا میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس حوالے سے فقہاء احناف کی چند تصریحات حسب ذیل ہیں: نامور حنفی عالم علامہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں:

أجمع المسلمون على أن شاتمه ﷺ كافر ومن شك في عذابه وكفره كفر ......

أجمع عوام أهل العلم على أن من سب النبي ﷺ يقتل ...... (اکفار الملحدین ص:۵۴)

"ملت اسلامیہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گستاخ کافر ہے اور جو اس کی سزا یا کافر ہونے میں شک کرے' وہ بھی کافر ہے' اور اہل علم کا اس پر بھی اجماع ہے کہ نبی کریم کو سب وشتم کرنے والے کو قتل کیا جائے گا۔"

علامہ ابن ہمامؒ (متوفی ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

كل من أبغض رسول الله ﷺ بقلبه كان مرتداً ' فالسباب بطريق اولى ثم يقتل حداً عندنا فلا تعمل توبته في إسقاط القتل قالوا هذا مذهب أهل الكوفة ومالك ونقل عن أبي بكر الصديق رضي الله عنه ولا فرق بين أن يجيء تائباً من نفسه أو شهد عليه بذلك بخلاف غيره من المكفرات فإن الإنكار فيها توبة فلا تعمل الشهادة معه حتى قالو يقتل وإن سب سكران ولا يعفى عنه (فتح القدیر:۳۳۲/۵)

"جس شخص نے بھی رسول اللہ ﷺ سے دلی طور پر بغض رکھا، وہ مرتد ہو جاتا ہے تو گالی دینے والا تو بطریق اولی مرتد ہوگا اور پھر ایسا شخص ہمارے نزدیک بطور حد قتل کیا جائے گا اور سزائے قتل کے بارے میں اسکی کوئی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اہل کوفہ اور امام مالک کا یہ مذہب ہے اور سیدنا ابوبکر صدیق والی حدیث سے یہی پتہ چلتا ہے اور اس امر میں کوئی فرق نہیں کہ وہ خود توبہ

کر کے آئے یا اسکے خلاف کسی دوسرے نے گواہی دی ہو برخلاف دیگر کفریہ اعمال کے کیونکہ انکا انکار کر دینا ہی توبہ ہے' اس میں دوبارہ گواہی کا بھی کوئی اعتبار نہیں حتیٰ کہ انہوں نے یہاں تک کہا ہے کہ اسے قتل کر دیا جائیگا' اگرچہ نشہ کی حالت میں گالی دی ہو' اسے معاف نہیں کیا جائیگا۔

امام عبدالمعالی بخاریؒ نے علامہ علم الہدیٰ کی البحر المحیط سے نہایت قابل غور اقتباس نقل کیا ہے:

" من شاتم النبی ﷺ او أھانه أوعاب فی أمور دینه أوفی شخصه أو فی وصف من أوصاف ذاته سواء کان الشاتم مثلاً من أمته أومن غیرھا؟ وسواء کان من أھل الکتاب أو غیرہ' ذمیا کان أوحربیاً، وسواء کان من أھل الکتاب الشتم أو الإھانة أوالعیب صادراً عنه عمداً أو قصداً أو سھواً و غفلة أو جباً أو ھزلا فقد کفر خلوداً بحیث إن تاب لم یقبل توبته أبدًالا عنداللہ ولا عند الناس وحکمه فی الشریعة المطھرة عندمتأخری المجتھدین إجماعًا وعند أکثر المتقدمین القتل قطعاً، ولا یداھن السلطان أو نائبه فی حکم قتله' وأن فات فی قتله وانعدامه المصالح الدینویة کقتل القضاة والولاة والعمال وإن أھملو فقد رضوا بما صدر عنه من الشتم مثلاً وھو کفر فھم رضوا بالکفر والراضی کافر فھم کافرون (فتاوی حسب المفتین: ۲/۷۳۳)

" جس بندے نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا آپ کی اہانت کی یا آپ کے دین' شخصیت یا اوصاف میں سے کسی وصف کو عیب والا بتایا خواہ یہ گالی دینے والا آپ کی امت سے ہو یا غیر اہل کتاب سے ہو یا غیر' ذمی ہو یا حربی خواہ اس نے گالی' اہانت یا عیب لگانے کی بات عمداً یا قصداً کی ہو یا سہواً غفلت سے کی ہو' سنجیدگی سے کی ہو یا مذاق میں' پس اس نے ہمیشہ کا کفر کیا یعنی اگر وہ توبہ کرے تو کبھی بھی اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ نہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور نہ ہی بندوں کے نزدیک۔ متاخرین مجتہدین کے نزدیک بالاجماع اور اکثر متقدمین کے نزدیک شریعت میں اس کا حکم قتل ہے۔ بادشاہ یا اس کا نائب اس گستاخ کے قتل میں فریب کاری سے کام نہ لیں اگرچہ اس گستاخ کو قتل کرنے کی پاداش میں بہت سے دینی مصالح بھی فوت ہو جائیں جیسا قاضیوں' والیوں اور سرکاری اہلکاری کا قتل ہے' پھر بھی بادشاہ اسے زندہ نہ چھوڑے اور اگر حکومت نے اسے زندہ چھوڑ دیا تو حکمران اس کے کفر پر راضی ہو گئے یعنی جو اس سے توہین کا صدور ہوا تھا' یہ کفر ہے اور کفر پر راضی ہونے والا بھی کافر ہوتا ہے پس وہ بھی کافر ہوں گے۔"

امام محمد بن محمد شہاب کردری حنفیؒ ابن بزاز نے بھی اس مسئلہ پر بالتفصیل روشنی ڈالی ہے' فرماتے ہیں:

" وزال عنه موجب الكفر والارتداد وهو القتل إلا إذا سب الرسولﷺ أوواحداً من الانبياء عليهم الصلوة والسلام فإنه يقتل حداً ولا توبة له اصلاً سواءً بعد القدرة عليه أو الشهادة أوجاء تائباً من قبل نفسه كالزنديق لأنه حد وجب فلا يسقط بالتوبة كسائر حقوق الآدمين ' وكحد القذف لا يسقط بالتوبة بخلاف ماإذا سب الله تعالىٰ ' ثم تاب لانه حق الله تعالىٰ ولان النبى عليه السلام بشر والبشر جنس يلحقهم المعرة إلا من أكرمهم الله تعالىٰ والبارى منزة عن جميع المعايب ' وبخلاف الارتداد لأنه معنى يتفرد المرتد لا حق فيه لغيره من الآدمين۔ ولكنه قلنا إذا شتمه عليه السلام سكران لا يعفى ويقتل أيضاً حداً وهذا مذهب أبى بكر الصديق رضى الله عنه والامام الاعظم والثورى وأهل الكوفة والمشهور من مذهب مالك وأصحابه۔

’’(عام) مرتد سے کفر اور ارتداد کا موجب زائل ہو جائے گا مگر جب کسی نے رسول اللہ ﷺ یا کسی بھی نبی علیہ السلام کو گالی دی تو اس کو حداً قتل کیا جائے گا خواہ حراست میں لئے جانے یا گواہی کے بعد وہ گستاخ توبہ کرے یا خود بخود توبہ کے لئے پیش ہو جائے' اسے زندیق کی طرح ہر حال میں قتل کر دیا جائے گا کیونکہ یہ قتل اس گستاخ کی حد ہے' پس توبہ سے ساقط نہیں ہوگی۔ جیسا کہ آدمیوں کے باقی حقوق' جس پر حق ہو اس کی توبہ سے ساقط نہیں ہوتے اور جیسا کہ حد قذف ہے۔ بخلاف اس صورت کہ جب اللہ تعالیٰ کی گستاخی کی پھر توبہ کر لی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور نبی علیہ السلام انسان ہیں اور انسان کی جنس کو عار لاحق ہوتی ہے، البتہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے معزز بنایا، باری تعالیٰ ان تمام عیوب سے منزہ ہے' بخلاف ارتداد کے کیونکہ اس میں محض وہی ارتداد ہوتا ہے جس میں کسی آدمی کا حق متعلق نہیں ہوسکتا۔ البتہ ہم واضح کر رہے ہیں کہ جب کسی نے حالت نشہ میں گستاخی کی تو اسے معاف نہیں کیا جائے گا، اسے بھی حداً قتل کیا جائیگا۔ یہی مذہب ابوبکر صدیقؓ، امام اعظمؒ، ثوریؒ اور اہل کوفہ کا ہے اور یہی مالکؒ اور ان کے اصحاب کا مشہور مذہب ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی فرماتے ہیں:

من أذى رسول الله ﷺ بطعن فى شخصه أو دينه أونسبه أو صفته من صفاته أوبوجه من وجوه الشين فيه صراحة أوكناية أو تعريضاً أو إشارة كفر ولعنة الله فى الدنيا والاخرة وأعدله عذاب جهنم، وهل يقبل توبته؟ (تفسیر مظہری ۷/۳۸۲)

”رسول اللہ ﷺ کی شخصیت، دین، نسب یا حضور سید عالم ﷺ کی کسی صفت پر طعن کرنا اور صراحتاً یا کنایۃ یا اشارۃ یا بطور تعریض آپ ﷺ پر نکتہ چینی کرنا اور عیب نکالنا کفر ہے۔ ایسے شخص پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت اور اس کیلئے عذاب جہنم ہے، کیا اس کی توبہ قبول ہوگی؟“

ذمی شاتم رسول کی سزا:

ذمی شاتم رسول کے بارے میں اکثر فقہاء احناف کا موقف یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے گا۔ بطور دلیل چند فقہاء احناف کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

امام محقق ابن ہمام حنفی (م ۸۶۱ ھ) لکھتے ہیں: والذی عندی ان سبه ﷺ أو نسبه مالا ینبغی إلی اللہ تعالیٰ إن کان مما لا یعتقدونه کنسبة الولد الی اللہ تعالیٰ وتقدس عن ذلك إذا أظهره یقتل به وینتقض عهده (فتح القدیر، ۱۳/ ۲۰۵)

میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ ذمی نے اگر حضور ﷺ کی اہانت کی یا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف غیر مناسب چیز منسوب کی جو ان کے اعتقادات سے خارج ہے۔ جب وہ ان چیزوں کا اظہار کرے تو اس کا عہد ٹوٹ جائے گا اور اسے قتل کر دیا جائے گا۔

ذمی کے بارے میں یہی موقف علامہ عینی نے بھی اختیار کیا ہے کہ اس کو بھی قتل کیا جائے:

ولکن أنا معه فی جواز قتل السباب مطلقاً (عمدۃ القاری، ۱۳/ ۷)

”تاہم میں مطلقاً ہر شاتم رسول کو قتل کرنے کے حق میں ہوں“

تفسیر قرطبی کے مصنف امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی رقم طراز ہیں: أکثر العلماء علی أن من سب النبی ﷺ من أهل الذمة أو عرض واستخف بقدره أو وصفه بغیر الوجه الذی کفر به فانه یقتل (الجامع لاحکام القرآن: ۸/ ۵۴) ”اکثر علماء کا کہنا ہے کہ اہل ذمہ میں سے جو شخص نبی ﷺ کو گالی دے یا تعریض کرے یا آپ کی قدر ہلکی جانے یا اپنے کفر کے علاوہ کسی چیز سے آپ کو موصوف کرے تو اسے قتل کیا جائیگا۔ ہم اسے ذمہ یا عہد و پیمان نہیں دے سکتے۔

علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی لکھتے ہیں: وبالجملة فلا خلاف بین العلماء فی قتل الذمی أو الذمیة إذا أعلن بشتم الرسول أو طعن فی الاسلام طعنا ظاهراً (اعلاء السنن: ۱۲/ ۵۰۵)

”مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ذمی مرد یا ذمیہ عورت جب نبی کریم ﷺ کو علانیہ گالی دے یا دین اسلام میں طعن کرے تو فقہائے احناف میں اس کو سزائے قتل میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔“

ابن کمال باشا علانیہ شتم رسول کے مرتکب ذمی کے بارے میں فرماتے ہیں:

والحق أنه يقتل عندنا إذا أعلن بشتمه ا صرح به في سير الذخيرة حيث قال: واستدل محمد لبيان قتل المرأة إذا أعلنت بشتم الرسول ﷺ بما روى أن عمير بن عدى...... مدحه على ذلك "حق بات یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ذمی کو قتل کیا جائے گا، جبکہ وہ نبی کریم ﷺ کو علانیہ گالی دے اور 'سیر الذخیرۃ' میں اس کی صراحت مصنف نے یوں کی ہے کہ امام محمد نے علانیہ شتم رسول کی مرتکب عورت کو قتل کرنے میں عمیر بن عدی کے عصما بنت مروان کو رات کے وقت قتل کرنے سے استدلال کیا ہے۔" (اعلاء السنن:۱۲/۵۰۵)

شاتم رسول کی توبہ کا مسئلہ:

شاتم رسول کی توبہ کے بارے میں جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ شاتم رسول کی توبہ قبول نہ ہوگی، جس کے بعض فقہی اساسات اور تصریحات حسب ذیل ہیں۔

فتاویٰ بزازیہ کے مؤلف شیخ محمد بن شہاب ابن البزاز حنفی (متوفی ۸۲۷) لکھتے ہیں:

إذا سب الرسول ﷺ أو واحدًا من الأنبياء فإنه يقتل حدا فلا توبة له أصلا سواء بعد القدرة عليه أوالشهادة أو جاء تائباً من قبل نفسه كالزنديق لأنه حد وجب فلا يسقط بالتوبة كسائر حقوق الادمين كحد القذف لايسقط بالتوبة بخلاف ما اذا سب الله تعالىٰ ثم تاب لأنه حق الله تعالىٰ ولأن النبى عليه السلام بشر والبشر جنس يلحقهم المعرة إلا من أكرمهم الله تعالىٰ والبارى منزه عن جميع المعايب وبخلاف الارتداد لأنه معنى يتفرد المرتد لا حق فيه لغيره من الادمين ولكنه قلنا إذا شتمه عليه الصلوة والسلام لا يعفى ويقتل أيضا حداً وهذ مذهب أبى بكر الصديق رضى الله عنه والامام الاعظم والثورى وأهل الكوفة والمشهور من مذهب مالك وأصحابه'

"جب کوئی بدبخت رسول کریم ﷺ یا کسی نبی کی گستاخی کرے تو اس کو بطور حد قتل کر دینا واجب ہے، اس کی اصلاً کوئی توبہ قبول نہیں، چاہے اس کو پکڑ کرلایا جائے یا اسکے خلاف گواہی دی جائے یا وہ خود توبہ کر کے آپہنچے' مثل زندیق کے، کیونکہ اس پر حد واجب ہوگئی جو انسانوں کے دیگر حقوق کی طرح محض توبہ سے ختم نہیں ہوجاتی، جیسا کہ تہمت طرازی کی حد ہے جو توبہ سے ساقط نہیں ہوتی، برخلاف اللہ کی گستاخی کے، کیونکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہی حق ہے، جبکہ نبی بشر ہیں اور بشر کو شرم و عار لاحق ہوسکتی ہے، مگر جسے اللہ تعالیٰ عزت دے اور باری تعالیٰ خود تو ہر قسم کے عیوب و نقائص سے بالاتر ہیں

اور برخلاف ارتداد کے بھی کیونکہ ارتدار میں انسان کسی دوسرے انسان کا حق متاثر نہیں کرتا، اسی بناء ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی نبی کریم ﷺ کا سب وشتم کرے گا، اس کو معاف نہیں کیا جائیگا اور اس کو حد کے طور پر قتل کردیا جائے گا۔ یہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، امام اعظم ثوری، اہل کوفہ کا موقف ہے اور امام مالک اوران کے شاگردوں سے مشہور موقف بھی یہی ہے۔" (فتاوی بزازیہ ۴۴۲)

امام ابن نجیم حنفی کتاب السیر کے باب الردۃ' میں لکھتے ہیں

کل کافر تاب فتوبته مقبولة فی إلاجماعة: الکافر بسب نبی وبسبب الشیخین أوحدهما (الاشباہ النظائر ۱/۲۱۵) "ہر کافر کی توبہ قبول ہوسکتی ہے' مگر ایسا کافر جو نبی کریم ﷺ یا شیخین رضی اللہ عنہما کی گستاخی کرکے کافر ہو تو اس کی توبہ قابل قبول نہیں۔

حسب المفتین کے مصنف' دسویں صدی کے حنفی عالم قاضی عبدالمعالی لکھتے ہیں:

فی شفاء القاضی عن أصحابنا وغیرهم من المذاهب الحق أن توبته لم تقبل وقتل بالإجماع "قاضی عیاض کی الشفاء میں ہمارے حنفی ساتھیوں اور دیگر فقہی مذاہب کا یہ موقف حق بیان ہوا ہے کہ اجماعی طور پر شاتم کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اس کو قتل کیا جائیگا۔"

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ: و(الکافر بسب نبی) من الأنبیاء فإنه یقتل حداولاتقبل توبته مطلقا ولو سب الله تعالیٰ قبلت لأنه حق الله تعالیٰ والأول حق عبدالا یزول بالتوبة ومن شك فی عذابه وکفره کفر۔ (الدر المختار ۴/۲۳۴)

"جہاں تک شاتم نبوت یا کسی اور نبی کے گستاخ کافر کا تعلق ہے تو اس کو بطور حد قتل کیا جائیگا اور مطلقاً اس کی توبہ قبول نہیں کی جائیگی تاہم اگر وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرے تو اسکی توبہ مقبول ہوسکتی ہے کیونکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے جبکہ پہلے جرم میں بندے کا حق بھی شامل ہے جو توبہ سے زائل نہیں ہوتا۔ جو شخص کافر کی اس سزا اور اسکے کفر میں شک کرے تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔

قاضی ابن عابدین شامی بھی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

والکافر بسب نبی من الانبیاء فانه یقتل حداولا تقبل توبته مطلقا

"جہاں تک کسی کافر شاتم رسول کا معاملہ ہے تو اس کو حد کے طور پر قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی۔ (ردالمختار علی الدر المختار ۱۶/۲۸۱)

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

سب سے بڑا المیہ

پندرھویں صدی ہجری کے شروع میں اسلامی بیداری کے آثار نمایاں ہوئے اور یہ بیداری ایک فطری بات تھی یورپ وامریکہ کی اسلام دشمنی کی وجہ سے، فکری وتہذیبی یلغار کی وجہ سے اور یورپ کا عالم اسلامی پر سامراجی تسلط قائم کرنے کے لیے میڈیا کے استعمال کرنے کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ نے عالم اسلامی کو ہر طرح سے مالا مال کیا ہے، جبکہ یورپ کا اس بیداری کے خلاف موقف بزدلی اور خوف کا تھا، اور اس خوف میں مزید اضافہ ہوا اسلام کے پھیلنے سے جبکہ عیسائی مشنریاں عیسائی بنانے کیلئے بھرپور وسائل کا استعمال کررہی تھیں جبکہ ان کے پاس بھرپور وسائل تھے جیسے تعلیم وتربیت، میڈیا کا استعمال، غریب علاقوں کی خبر گیری کرنا، اور غریبوں کی مدد کرنا، اور اس میں ان کی مدد اسلام مخالف ذہن رکھنے والوں اور ان مسلمانوں نے بھی کی جو اسلام سے بغاوت کرچکے ہیں اور جن کا ذہن یورپی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے بالکل تبدیل ہوچکا تھا انہوں نے اس دین کے خلاف تحقیقات پیش کیں، مقالات لکھے، لیکن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس زور وشور سے حملہ کرنے کے باوجود اسلام سے تعلق اور غیرت وحمیت میں اضافہ ہی ہورہا ہے۔

یورپ کے دشمنانہ رویہ اور اس اسلامی قیادت کی مدد سے جو خود اسلام کے دشمن سمجھے جاتے ہیں تمام تر وسائل کے ساتھ کوشش اسلامی بیداری کو ختم کرنے کے لیے، اسی کے نتیجہ میں عالم اسلام میں حالات ناگفتہ بہ ہیں، جبکہ اس بیداری کا اثر مسجد میں نمازیوں کی شکل میں اور ذکر کی مجالس میں نظر آتا ہے، اسلامی تعلیمات سے واقف ہونے کی یہ حرص اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کا یہ جذبہ مغربی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کررہے نوجوانوں میں خاص طور پر بڑھا ہے، وہ یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اسلام سے واقف ہونے کی کوشش کرتے ہیں، دینی تربیتی حلقوں میں شریک ہوتے ہیں، اور ان جماعتوں سے وابستہ ہوتے ہیں جو اسلامی دعوت کا کام انجام دے رہی ہیں، یہ رجحان بہت تیزی سے بڑھا ہے، اس لیے کہ وہ طلباء جو گذشتہ صدی میں یورپ تعلیم کی غرض سے جاتے تھے، وہ وہاں کے

افکار ونظریات کے حامل ہوکر وطن واپس ہوتے تھے حتیٰ کہ ان کا رہن سہن، کھانا پینا بھی یورپ کے باشندوں کے طرز پر ہوتا تھا،لیکن موجودہ دور میں وہ یورپ جاتے ہیں مگر اسلامی تشخص کے ساتھ واپس آتے ہیں، اس بیداری کے اثرات بہت طاقتور ہیں ،اوراس بیداری سے ان اسلامی تحریکات نے فائدہ اٹھایا جو یورپ میں کام کررہی ہیں، اس بیداری سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ عالم اسلام کا مستقبل کتنا تابناک اور روشن ہے، اسی وجہ سے بعض اسلامی قلمکاروں نے ''مستقبل اسی دین کا ہے'' کے عنوان سے کتابیں لکھیں، اور توقع کی ہے کہ سامراجی نظام اور جو اس کی تقلید کرتے ہیں ان کا زوال بہت جلد ہوگا، یہ بدیہی اور فطری بات ہے،اس سوچ کواس سے تقویت ملتی ہے کہ کچھ اسلامی ممالک میں انقلابات ہوئے ،اور اسلامی سوچ رکھنے والوں نے زمام اقتدار سنبھالی، جیسے افریقا اور ایشیا میں،یورپ نے اس بیداری کومحسوس کرلیا،اوراس نے اس رجحان کواپنے مفادات کے لیے اور اپنا قبضہ برقرار رکھنے کے لیے استعمال کیا اور اس جوش اور اسلامی حمیت کو مسائل کے حل کرنے کے عنوان پر تبدیل کرنے کے لیے سازشیں کیں جس میں گذشتہ قومیں جی رہی تھیں۔

یورپ میں اسلام بیداری کی وجہ سے جو خوف پیدا ہوا ہے،اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لورنس براؤن کہتا ہے!اس سے پہلے ہم کو یہودیوں سے خطرہ تھا،ایشیا سے خطرہ تھا،لیکن ہم نے ان کو اپنا ہمنوا اور دوست پایا،اور دوسری عالمی جنگ میں جو ہمارے دشمن تھے وہ بھی ہمارے حلف بن گئے، جہاں تک چین وجاپان کاتعلق ہے وہ ایک جمہوری ممالک ہیں ،لیکن حقیقی خطرہ مسلمانوں سے ہے، کیوں کہ ان کی طاقت میں وسعت وگہرائی ہے، وہ اپنی زندگی میں حیرت انگیز چیزوں کے مالک ہیں۔

ایک بار۱۹۵۲ء میں فرانس کے ایک ذمہ دار نے کہا! یورپ پر کمیونزم کا خطرہ نہیں ،اصل خطرہ ہم کو جولاحق ہے اور جس نے ہم کو ہلاکر رکھ دیا ہے، وہ خطرہ اسلامی بیداری کا ہے،مسلمان ایک خودمختار قوم ہے، وہ روحانی قوت کے حامل ہیں، ایک تاریخی تہذیب کے مالک ہیں ،اور ان کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ اس تابناک تاریخ کے ذریعہ ایک نئی دنیا تعمیر کریں، ان کو یورپ کی چیزوں کی ضرورت نہیں، اور نہ ہی ان کو اپنا خواب شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے مشینوں کی ضرورت ہے، جو مشینیں یورپ نے ان کو دی تھی۔

۱۹۹۰ء کے دوران هینری کیسنجر (سابق امریکی وزیر خارجہ) نے سالانہ ملکی تجارتی کانفرنس میں

ایک خطاب میں کہا! نئی جنگ جس کا یورپ کو سامنا ہے وہ عربی اسلامی جنگ ہے، یہ یورپ کے لیے اور پوری دنیا کے لیے بہت بڑا دشمن ہے۔

ایک یہودی مصنف صموئیل فلپس اپنی کتاب ''تہذیبی جنگ'' میں لکھتا ہے !ویٹیکن کی رپورٹ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام عیسائی مشنریوں کی انتھک محنتوں اور رکاوشوں کے باوجود بہت تیزی سے پھیل رہا ہے، مزید کہتا ہے! کہ عیسائیت کے لیے اسلام ہی تنہا خطرہ ہے۔

ایک جرمن مستشرقہ زیغر یدہ نے اپنی کتاب'' اسلام کا سورج یورپ پر بلند ہورہا ہے'' کے ذریعہ یورپ کو ہوشیار کرنے کی کوشش کی، یورپ کے ماہرین نے اس بیداری کو روکنے کی فکر کی، اوراس کا سامنا کرنے کی فکر کی جو اسلام کے نتیجہ میں پیدا ہورہی ہے، یورپ نے اس خطرہ کا سامنا کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی تاکہ اس پر غور کیا جائے، ایک کمیٹی نے عالم اسلامی کے تعلق سے تحقیق وتفتیش کے لیے ایک رپورٹ تیار کی اوراس کو امریکی حکومت کے پاس بھیج دیا تاکہ وہ ایک لائحہ عمل بنائے ،اس نے یہ تجویز دی کہ اسلامی حلقوں میں منافرت کا بیج بویا جائے، خانہ جنگی پیدا کی جائے ،مسلمان اورشیعوں میں چپقلش پیدا کی جائے،عرب اور غیرعرب کے درمیان تعلقات کو ناخوشگوار بنایا جائے،ان تمام کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان شیرازہ بندی کا شکار ہوگئے ،وحدت کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا ،اسلامی ممالک میں غیراسلامی ذہن رکھنے والوں کا حکومت کی زمام سنبھالنا یہ یورپ کی اسی حکمت عملی کا نتیجہ ہے، یہ بیداری مغربی سامراج کے ایک خطرہ کا روپ اختیار کرچکی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی ممالک یورپ کی ان ریشہ دوانیوں کو سمجھیں ،ہوش کے ناخون لیں، اور ان انقلابات کے پیچھے جو صہیونی سازش ہیں ان سے باخبر ہوں، اوراس کا تدارک کریں، آستین کے سانپوں سے واقف ہوں، او ران کی کوششوں کو ناکام کریں، اسلامی قیادت صحیح صورتحال کو سمجھنے اور پلاننگ کرنے میں ناکام نظر آرہی ہے، جانوں کا نقصان بڑا المیہ نہیں ہے، بڑا المیہ یہ ہے کہ جانی نقصان کے اسباب پرغور نہ کیا جائے۔ (ترجمانی: محمد امین حسنی ندوی)

زیر تعمیر جامع مسجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کا فیس بک اکاؤنٹ

https://www.facebook.com/jamiamasjidmolanaabdulhaq

ڈاکٹر ریحان اختر قاسمی*

دوسری قسط

عصر حاضر میں اسلامی قوانین جنگ کی معنویت

اسیران جنگ کو صرف قیدی بنا کر رکھنے کے لئے ہی نہیں کہا گیا بلکہ ان کے ساتھ نرمی و ملاطفت کی بھی تعلیم دی گئی۔قرآن مجید میں اسیر اور مسکین ویتیم کو کھانا کھلانے کے عمل کے لیے تحریض وترغیب کی گئی ہے اور اسے نیکو کاروں کا فعل قرار دیا گیا ہے۔

وَيُطۡعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسۡكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيرا إِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمۡ جَزَاءً وَلَا شُكُوراً إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوۡماً عَبُوساً قَمۡطَرِيراً [۱۴]

"وہ خاص اللہ کی خوشنودی کے لئے مسکین اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو محض اللہ کیلئے تمہیں کھلاتے ہیں۔کسی جزا یا شکر یہ کے خواستگار نہیں ہیں۔ہم تو صرف اس تنگی کے دن سے ڈرتے ہیں جس میں شدت تکلیف سے چہرے بگڑ جائیں گے۔"

آپ ﷺ نے جنگی قیدیوں کو اہل ایمان کا بھائی قرار دیا ہے اور تاکید کی ہے کہ تم ان کے ساتھ بھی اپنے بھائیوں جیسا معاملہ کرو۔آپ ﷺ نے فرمایا۔

ان اخوانکم حولکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ ممایاکل ولیلبسہ مما یلبس ، ولا تکلفوھم مایغلبھم فان کلفتموھم فاعینوھم [۱۵]

"یہ تمہارے بھائی تمہارے خادم ہیں جن کو اللہ نے تمہارا دست نگر بنایا ہے۔پس جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو، اسے چاہیئے کہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔تم ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو اور اگر ایسی کسی بھاری خدمت کو ان کے ذمہ کرو تو خود ان کا ہاتھ بٹاؤ۔"

جنگ بدر میں مشرکین مکہ کے ستر سے زیادہ آدمی مارے گئے اور کم وبیش اتنے ہی قیدی بنا کر لائے گئے۔آپ ﷺ نے قیدیوں کو صحابہ کے درمیان تقسیم کر دیا اور نصیحت کیا کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک و برتاؤ کرو۔

---

* شعبۂ سنی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (انڈیا)

حضرت حسن بصریؒ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ یوتی بالاسیر فید فعہ الی بعض المسلمین فیقول احسن الیہ فیکون عندہ الیومین والثلاثۃ فیو ثرہ علی نفسہ۔ [۱۶]

''رسول اللہ ﷺ کے پاس قیدی لایا جاتا تو آپ اسے کسی مسلمان کے حوالے کر دیتے اور فرماتے کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ یہ قیدی ان کے پاس دو تین دن رہتا اور وہ مسلمان اس کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتا تھا۔''

مثلہ کی ممانعت

دشمن کی لاشوں کو بے حرمت اور ان کے اعضاء کی بے حرمتی کرنے سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے یہ کسی بھی طرح سے جائز نہیں ہے کہ انسانی لاشوں کے ساتھ درندگی کا ثبوت دیا جائے۔ آپؐ نے بہت ہی سختی سے منع کیا ہے۔

عبداللہ بن یزید انصاریؓ روایت کرتے ہیں:

نھی النبی صلی ﷺ عن النھب والمثلۃ [۱۷]

''آپ ﷺ نے لوٹ کے مال اور جسم کو مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

آپ ﷺ نے کفار و مشرکین کو اچھے طریقے سے قتل کرنے والوں کو اہل ایمان میں سے قرار دیا ہے۔

لاشوں کا مثلہ نہ کرنا اور مہذب طریقہ کار اپنانا ایمان کی علامت ہے۔ فرمان مقدس ملاحظہ کیجیے:

عن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ اعف الناس قتلہ اھل الایمان [۱۸]

''حضرت عبداللہ بن مسود سے مروی ہے کہ کفار کو اچھے طریقے سے قتل کرنے والے اہل ایمان ہیں۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ صحابہ کرام کو مثلہ کرنے سے منع فرماتے اور صدقہ کرنے کی تلقین کرتے تھے، ارشاد رسالت مآب ﷺ ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحثنا علی الصدقۃ وینھا نا عن المثلۃ۔ [۱۹]

''نبی کریم ﷺ ہم کو صدقہ کرنے کی ترغیب دیتے اور مثلہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔''

بدنظمی اور انتشار کی ممانعت

اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ جب دشمنوں کے مقابلے پر نکلتے تھے تو راستے میں جو بھی ملتا تھا عام

راہگیروں کو تنگ کیا کرتے تھے اور جہاں بھی خیمہ زن ہوتے وہاں پر بالکل پھیل جاتے تھے، یہاں تک کہ راستوں پر چلنا مشکل ہو جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس قسم کی حرکت و عمل سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے صاف صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ کوئی اگر اس طرح کا عمل کریگا تو اس کا جہاد، جہاد نہیں ہوگا۔

عن انس قال غزوت مع نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ کذا و کذا فضیق الناس المنازل وقطعوا الطریق فبعث نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منادیاً ینادی فی الناس ان من ضیق منزلا او قطع طریقا فلا جہاد لہ [۲۰]

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ فلاں فلاں غزوات میں حصہ لیا۔ ایک منزل پر لوگوں نے جگہ تنگ کردی اور راستہ بند کردیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں یہ منادی کرادی جو فرودگاہ کو تنگ کردے اور راستہ روکے تو اس کو جہاد کا ثواب نہ ملے گا۔''

ایک دوسرے موقع پر آپؐ نے اس طرح کے طریقہ کار کو شیطان کا عمل قرار دیا ہے۔ حدیث نبویؐ کے الفاظ اس پر سند ہیں:

ان تفرقکم فی ہذہ الشعاب والأودیة انما ذالکم من الشیطان [۲۱]

''تمہارا اس طرح وادیوں اور گھاٹیوں میں بکھر جانا یہ شیطان کی طرف سے ہے۔''

آگ میں جلانے کی ممانعت

اقوام عالم کی جانب سے بالعموم اور اہل عرب سے بالخصوص اس قدر وحشیانہ حرکتیں سرزد ہوتیں تھیں کہ انسانیت شرم سار ہو جائے۔ وہ جوش انتقام میں اپنے دشمنوں کو زندہ جلادیا کرتے تھے۔ لیکن اسلام نے اس طریقہ کار پر پابندی عائد کردی۔ آپؐ نے اس طرح کے افعال سے منع فرمادیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے ہم لوگوں کو لڑائی پر جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ فلاں فلاں آدمی تم کو ملیں تو ان کو جلادینا مگر جب ہم روانہ ہونے لگے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

انی کنت امرتکم ان تحرقوا فلاناً وفلاناً بالنار وان النار لایعذب بہا الا اللہ فان وجدتموہا فاقتلوہما [۲۲]

''میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں اشخاص ملے تو جلادینا مگر آگ کا عذاب سوائے خدا کے کوئی نہیں دے سکتا اس لئے اگر تم انہیں پاؤ تو بس قتل کردینا۔''

غیر محارب سے عدم تعارض

اسلام نے جو قوانین جنگ وضع کئے ہیں ان میں اتنی جامعیت ہے کہ دور جدید کا مہذب انسان بھی ان کو قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسلام کے جنگی قوانین کے مطابق دشمن ہوں یا دوست، اور عقائد ونظریات کے اعتبار سے خواہ وہ کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا، بشرطیکہ نہ تو وہ ظالموں میں ہوں اور نہ ہی دین حق کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے والے ہوں۔ قرآن مجید کی یہ بیّن تعلیم ہے:

لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِيْ الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ ۲۳

"اللہ تم لوگوں کو ان کے ساتھ نیکی کا برتاؤ اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے دین کے بارے میں نہ لڑے اور نہ ہی تم کو انہوں نے تمہارے گھروں سے نکالا۔ اللہ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے"

اس سلسلے میں سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"اس باب میں اسلامی قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص جو اہل قتال میں سے ہے اس کا قتل جائز ہے خواہ وہ بالفعل لڑے یا نہ لڑے، اور ہر وہ شخص جو اہل قتال سے نہیں ہے اس کا قتل ناجائز ہے سوائے اس صورت کے کہ وہ حقیقتاً لڑائی میں شامل ہو یا مقاتلین کے سے کام کرنے لگے"۔ ۲۴

معاہدہ ختم ہونے سے قبل جنگ کی ممانعت

اسلام نے ہر سطح پر بدعہدی اور وعدہ شکنی کو منع کیا ہے اور اسے اہل ایمان کے لیے قابل مذمت فعل قرار دیا ہے۔ اسلام میں معیاد معاہدہ ختم ہونے تک جنگ کرنے کی ممانعت ہے۔ جن لوگوں کیساتھ جنگ بندی معاہدہ ہو گیا ہے اس کو پورا کرنا ہوگا بشرطیکہ فریق مخالف کی طرف سے نقض عہد کے تلخ تجربات سامنے نہ آتے ہوں یا ان کی طرف سے دشمنوں کی مدد نہ کی گئی ہو۔ معاہدہ پورا نہ ہونے کی صورت میں فریق مخالف کے خلاف کسی طرح کی جنگی کاروائی نہیں کی جاسکتی۔ اگر معاہد کے خلاف مسلمان مدد طلب کرے تب بھی معاہدہ کا لحاظ رکھا جائے گا اور اس کو توڑا نہیں جائے گا۔ عام احوال وکوائف میں معاہدے کے تقدس کا خیال رکھا جائے گا۔ اللہ رب العزت کا ارشاد سنیے:

وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِيْ الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ۔ ۲۵

"اگر وہ دین کے معاملات میں تم سے مدد چاہیں تو ان کی مدد کرنا واجب ہے مگر اس قوم کے مقابلہ میں مدد نہ کرنا کہ تمہارے اور ان کے درمیان صلح و امن کا معاہدہ ہوا ہے"

عام حالات میں معاہدہ کا احترام و تقدس ملحوظ رکھا جانا چاہیے۔اس سلسلے میں ایک اور ربانی ارشاد ملاحظہ ہو:

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ـ ۲۶

"سوائے ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ پر کسی کی مدد کی سو تم ان کے عہد کو ان کی مقررہ مدت تک ان کے ساتھ پورا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو پسند کرتا ہے"

اسلام نے مسائل جنگ میں معاہدین کے چند اصولی حقوق متعین کر دیئے ہیں، جن کی روشنی میں اسلام کا نظریۂ جنگ و امن متعین ہوتا ہے اور دوسری طرف بشر دوستی اور انسانیت نوازی سے متعلق اسلام کی بعض درخشاں تعلیمات بھی سامنے آتی ہیں۔ذیل میں ان چند اصولوں کو بالاختصار سپرد قلم کیا جاتا ہے:

(۱) جب تک معاہد قوم عہد پر قائم ہے اس کے ساتھ کسی قسم کا تعرض کرنا مسلمانوں کے لیے سخت ممنوع ہے۔

(۲) اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت کسی معاہد قوم کے ملک میں آباد ہو اور اس پر ظلم ہو رہا ہو تو اسلامی حکومت مسلمانوں کی حمایت نہیں کر سکتی۔

(۳) ہاں جب تمہارا اور معاہد قوم کا معاہدہ ختم ہو جائے اور اب کوئی قانونی و اخلاقی ذمہ داری تمہاری باقی نہیں رہتی ہے تو اب تم ان کو مطلع کر دو کہ اب ہمارا معاہدہ ختم ہو گیا ہے۔

لوٹ کھسوٹ کی ممانعت

اسلام سے قبل محض مالِ غنیمت کے حصول کے لئے بھی جنگوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔تجارتی قافلوں اور راہگیروں کو لوٹنا پیشہ بن چکا تھا۔لیکن اسلام نے اس شنیع و دنی عمل کی پر زور مذمت کی اور اس طرز عمل پر قدغن لگا دی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹے ہوئے مال کو حرام قرار دیدیا۔مندرجہ ذیل ہدایت کا انتساب آپ ﷺ کی طرف واضح ہے:

نهى عن النهبة والمثلة ۲۷

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹ مار اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے"

ایک دوسری جگہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

من انتھب نھبۃ فلیس منا ۲۸ "جو شخص لوٹ مار کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے"

گویا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اگر لوٹ مار اور فتنہ وفساد میں مشغول ہو جائیں اور غیر اخلاقی حرکتوں کے مرتکب ہوں۔ جن کی بنا پر عوام وخواص میں اضطراب و بے قراری عام ہو جائے تو راہ حق میں اٹھنے والے یہ قدم خیر کا باعث نہ بن کر شر کا موجب قرار پاتے ہیں۔ چنانچہ ان کا جذبۂ عمل اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شرف قبولیت سے محروم رہتا ہے۔

اسلام میں تباہی و بربادی کی ممانعت

اسلام نہ تو خون ناحق کو بہانے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی دشمنوں کے املاک وجائداد کو تباہ وبرباد کرنے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی یہ اعمال اسلام کے مقاصد جلیلہ کے شایان شان ہیں۔ اسلام فتنہ وفساد کو ناپسند کرتا ہے اس لیے کہ حقیقی معنوں میں یہ امن وآشتی کا علمبردار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حالتِ جنگ میں بھی اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ نہ کھیتیاں تباہ وبرباد کی جائیں، نہ ہی پھل دار درختوں کو کاٹا جائے اور نہ ہی املاک کو نذر آتش کیا جائے۔ یہاں تک کہ کفر وشرک کا علمبردار محارب فریق میدان جنگ میں بھی اہل ایمان محارب فریق سے امن وعافیت کا خواہاں ہے تو ہاتھ روکنے کا حکم ہے۔ اسلام کو اگر وہ سمجھنا چاہتا ہے تو اس کو موقع دیا جائے گا اور پھر اگر وہ اسلام سے بیزاری کا ہی اظہار کرے تو حکم یہ ہے کہ اسے اس کے محفوظ مقام تک پہنچا دیا جائے۔

اس کے علی الرغم عصر حاضر کے انسانوں کے خودساختہ قانون امن وجنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ اپنے حریف کو مغلوب کرنے کے لئے ہر طرح کا حربہ استعمال کیا جاسکتا ہے چاہے، املاک کی تباہی کی شکل میں ہو یا جانوں کے تلف کی صورت میں ہو۔ ماضی قریب میں قومی سطح پر گجرات کی مثال اور حال میں واقع ہونے والے آسام کے فسادات اور بین الاقوامی سطح پر افغانستان، عراق اور میانمار کے دل دوز واقعات انسانوں کے خودساختہ قوانین جنگ وامن اور ان کے بھیانک اور انسانیت کش نتائج کی زندہ مثالیں ہیں۔

ایسے ہی شرانگیزوں اور فسادکاروں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔ ۲۹

"اور جب وہ حاکم بنتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور فصلوں اور نسلوں کو برباد کردے۔ مگر اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔"

دوسری طرف مذہب اسلام کی بیّن اور درخشاں تعلیمات ہیں جو میدان جنگ میں بھی اخلاق، رواداری اور عظمت انسان کی پاسداری کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتیں، بلکہ وہ فتنہ وفساد کا قلع قمع کرنے کے لئے موثر اقدام وعمل کی ترغیب وتحریض کرتی ہیں۔اس سلسلے کی آخری کوشش جہاد فی سبیل اللہ کی شکل میں منصۂ شہود پر آتی ہے لیکن اس آخری کوشش کے مظہر جہاد فی سبیل اللہ کے دوران بھی اخلاق وکردار کو بالائے طاق نہیں رکھا جاتا بلکہ شایان انسانیت اخلاق برتنے کی تعلیم وتلقین کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کھیتوں اور فصلوں کی بربادی اور درختوں کے اکھاڑنے اور جلانے تک سے روکا گیا ہے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ جب کسی لشکر کو روانہ کرتے تو امیر لشکر کو چند ہدایات ضرور دیتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت اسامہؓ کے لشکر کو آپ نے روانہ کیا تو ان کو دس ہدایات دیں آپؓ نے ارشاد فرمایا:

یاایھالناس قفوا أوصیکم بعشر۔ فاحفظوھاعنی ، لاتخونوا ولاتغلوا، ولاتغدر وا ولا تمثلواولاتقتلوا طفلاً صغیراً،ولا شیخاً کبیراً ،ولاامرأۃً، ولا تعقروا نخلاو لاتحرقوہ، ولاتقطعوا شجرۃ مثمرۃ، ولا تذبحوا شاۃً، ولابقرۃ، ولا بعیراًالالمأ کلۃ، ۳۰

”فرمایا۔لوگو،ٹھہرو، میں تم کو دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں تم اس کو یاد رکھنا۔دیکھو! خیانت نہ کرنا، فریب نہ کرنا، شرکشی نہ کرنا، دشمن کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹنا، چھوٹے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، کھجور کے درخت کو نہ اکھاڑنا اور نہ اس کو جلانا، پھل دار درخت کو نہ کاٹنا۔ بکری، گائے اونٹ کھانے کے سوا ذبح نہ کرنا۔“

شب خون مارنے کی ممانعت

اسلام نے ہر سطح پر منافقت، ریاکاری اور دھوکہ وفریب کاری پر ضرب لگائی ہے۔اس کے جنگی قوانین میں بھی دھوکہ وفریب کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلامی قوانین جنگ میں ایک بات یہ بھی بہت اہم ہے کہ دشمن پر رات کے وقت حملہ نہ کیا جائے اور صبح ہونے کا انتظار کیا جائے۔ یہی بہادری وشجاعت کا تقاضا بھی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب کسی قوم پر رات کو پہنچتے تو صبح ہونے تک حملہ نہ کرتے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم اتی خیبر لیلاوکان اذااتی قوماً بلیل لم یغزبھم حتی یصبح ۔۳۱

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت خیبر کے مقام پر پہنچے چنانچہ آپ کا معمول تھا کہ جب کسی جگہ رات کو پہنچتے تو صبح ہونے تک ان لوگوں پر حملہ نہیں کیا کرتے تھے“

(جاری ہے)

جنرل مرزا اسلم بیگ*

ایشیاء کے قلب میں اتحاد کی دھڑکن!

افغانستان میں تیزی سے تبدیل ہوتے ہوئے حالات سے امید کی کرن نظر آتی ہے کہ اب قابض فوجیں نکل چکی ہیں اور وہاں ماضی میں کی جانے والی 1990ء کی طرز کی سازشوں کا اعادہ ممکن نہیں ہے۔افغانوں کے مستقبل کا تعین کرنے کیلئے نئے ابھرنے والے عوامل کا تجزیہ کرتے وقت ماضی میں کی جانے والی سازشوں کو ذہن میں رکھنا لازم ہے جو سوویٹ یونین کی پسپائی کے بعد پر امن انتقال اقتدار کی راہ میں حائل ہوئی تھیں اور نتیجے میں افغانستان خانہ جنگی کا شکار رہا تھا۔طالبان سے تو جان چھڑالی گئی لیکن افغانستان قابض فوجوں کے نرغے میں چلا گیا۔قابض فوجوں کی تیرہ سالہ ظالمانہ جنگ اب اپنے اختتام کو پہنچی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ سازشیں بھی دم توڑ چکی ہیں جو ملک میں ان کی حسب منشاء حکومت سازی کی راہ میں رکاوٹ تھیں اور اب یہی امر جنگ سے تباہ حال ملک میں قیام امن کی ضمانت ہے۔حال ہی میں بیجنگ میں منعقد ہونے والی Heart of Asia Conference بلاشبہ پر امن افغانستان کی نوید ثابت ہوگی اور بہت جلد افغانستان میں امن و استحکام کا نیا دور شروع ہوگا جس کا اظہار ان اہم عوامل سے بخوبی ہوتا ہے:

☆ طالبان اس جنگ میں فاتح کی حیثیت سے ابھرے ہیں اور انہوں نے مقصد سے پرخلوص وابستگی اور سیاسی بصیرت سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ قوم کو ان کی حقیقی منزل تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں،وہ صدر اشرف غنی کی زیر قیادت قائم ہونے والی نئی حکومت سے مذاکرات کرنے کیلئے تیار ہیں جو بڑی خوش آئند بات ہے۔

☆ ملا عمر کے وہ الفاظ افغان قوم کی لگن کی صحیح ترجمانی اور منزل کا تعین کرتے ہیں' جو میں نے متعدد بار اپنے مضامین میں دوہرائے ہیں کہ ''جب قابض فوجیں یہاں سے نکل جائیں گی تو ہم آزاد

---

* سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان، Email" friendsfoundation@live.co.uk

فضا میں ایسے فیصلے کریں گے جو پوری قوم کیلئے قابل قبول ہوں گے۔ہم دشمنوں کی چالوں میں نہیں آئیں گے، جنہوں نے ماضی میں ہمارے قومی اتحاد کو پارہ پارہ کیا۔"

☆ پیرس کے Foundation for Strategic Research نامی ادارے کے زیر اہتمام دسمبر 2012ء میں انٹرا افغان ڈائیلاگ (Intra-Afghan Dialogue) منعقد ہوئے تھے جن میں طالبان، شمالی اتحاد اور صدر کرزئی کے نمائندوں نے شرکت کی تھی۔اس میٹنگ میں ملا عمر کے عزم کی تائید کی گئی اور 2015ء تک قیام امن کا روڈ میپ بھی تیار کیا گیا ہے، جس میں امریکہ کی منظوری سے پاکستان کیلئے بھی ایک کردار متعین کیا گیا ہے۔اس میٹنگ میں اس عزم کا بھی اعادہ کیا گیا ہے کہ: "ہم متحد رہتے ہوئے وسیع البنیاد حکومت کے قیام اور افغانستان میں قیام امن کی کوششیں کرتے رہیں گے۔" حالیہ اقدامات انہیں کوششوں کا سلسلہ ہیں۔

☆ صدر اشرف غنی کی زیر قیادت قائم ہونے والی نئی افغان حکومت نے ایسے تمام مثبت اقدامات اٹھائے ہیں جن سے پیرس میں منعقد ہونے والی میٹنگ کے دوران کیے گئے فیصلوں کی تائید ہوتی ہے۔یہ ایک خوش آئند پیش رفت ہے۔

☆ افغانستان کے صدر جناب اشرف غنی نے واضح کر دیا ہے کہ افغانستان کے مستقبل کا فیصلہ منفرد انداز سے کیا جائے گا جس میں اپنے چھ قریبی ہمسایہ ممالک، پاکستان، ایران، چین، روس اور وسطی ایشیائی ممالک سے بہت ہی قریبی رابطہ رکھا جائے گا۔انہوں نے دیگر تمام ممالک سے اپنے اقدامات کی تائید کی توقع ہے۔

☆ ایک عرصہ بعد پاکستان اور افغانستان کے نظریاتی اور تہذیبی روابط مزید مضبوط ہو رہے ہیں جس سے بیرونی طاقتوں کی جانب سے دونوں برادر ممالک کے باہمی معاملات میں مداخلت کے امکانات ختم ہونگے

☆ حالات کے ستم سے مجبور امریکہ نے اپنا تذویراتی مرکز ایشیاء پیسیفک کی جانب منتقل کر دیا ہے، اب ایسا لگتا ہے کہ افغانستان میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے سبب، صدر اشرف غنی کی پاکستان سے قریبی تعلقات استوار کرنے کے اقدامات اور "ایشیاء کے قلب میں اتحاد قائم کرنے کے نظریے" کے پیش نظر امریکہ نے حالات سے سمجھوتہ کرنے کی راہ اختیار کر لی ہے، جبکہ بھارت کو ایشیائی بحرالکاہل کے اتحاد میں چین کے خلاف اہم شراکت دار کا کردار سونپا گیا ہے، جیسا کہ مشرق وسطی میں اسرائیل کو حاصل ہے۔

یہ بڑے مثبت اشارے ہیں جو افغانستان کے پرامن مستقبل کی نشاندہی کرتے ہیں جہاں امن و استحکام قائم ہونے کے اثرات پاکستان تک بھی پہنچیں گے اور بھارت اور اتحادیوں کی سازشوں سے حکومتی

سرپرستی میں افغانستان کی سرزمین سے پاکستان میں جاری دہشت گردی کا سلسلہ بھی ختم ہوگا۔اس طرح امریکہ کا بھارت کو کابل سے ڈھاکہ تک علاقائی موثر طاقت بنانے کا خواب بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکے گا اور افغانستان کے قریبی چھ ممالک کے درمیان علاقائی امن قائم ہونے کے سبب ایشیاء کے قلب میں طاقت کا توازن بھی قائم ہوگا جو عالمی امن کیلئے بھی اشد ضروری ہے۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے اہداف ایک نئے انداز سے متعین کئے جارہے ہیں جو کسی اعتبار سے معذرت خواہانہ نہیں ہیں۔جنرل راحیل شریف کا کابل جاکر بھارت کی جانب سے پاکستان کے خلاف 2005ء سے جاری سازشی نیٹ ورک کو بند کرانے اور پاکستانی دہشت گردوں کی افغان سرزمین سے جاری دہشت گردی کی کارروائیوں کو ختم کرانے کی درخواست کرنا اہمیت کا حامل ہے۔اسی طرح جنرل راحیل نے برطانیہ جاکر حکومت کو بتایا کہ ''یہ کوئی پہلا موقع نہیں کہ ان کی سرزمین سے 'لندن پلان' کی صدا بلند ہوئی ہے۔'' ہمارے پاس اس امر کے ٹھوس ثبوت ہیں کہ پاکستان دشمن عناصر کو وہاں نہ صرف ٹھکانے دیے جاتے ہیں بلکہ ان کو سرمایہ بھی فراہم کیا جاتا ہے اور اس سلسلے کو اب ختم ہونا چاہیے۔اس سے قبل انہوں نے دو ہفتے کا امریکہ کا بھی دورہ کیا اور اس دوران انہوں نے امریکی اکابرین کو ایشیاء کے قلب میں ابھرنے والے نئے حقائق سے آگاہ کرنے کے علاوہ پاکستان کی سلامتی کے حوالے سے خدشات و اہداف سے بھی آگاہ کیا اور سمجھایا' یہاں تک کہ وہ سمجھ گئے۔

اور جب جان کیری پاکستان کے دورے پر آئے تو امریکی سوچ میں رونما ہونے والی تبدیلی باآسانی دیکھی جاسکتی تھی۔امریکہ کی اپنی کوئی خارجہ پالیسی نہیں ہے۔مسئلہ کشمیر پر ان کی خارجہ پالیسی کے اقدامات مکمل طور پر بھارت نواز تھے جبکہ انہوں نے پاکستان سے ''ڈومور'' کا پرانا مطالبہ دہراتے ہوئے حقانی نیٹ ورک اور افغان طالبان کے خلاف کارروائی پر بھی زور دیا۔یوں لگتا ہے کہ امریکیوں کی نظر میں شاید ہم ابھی تک افغانستان کے خلاف جنگ میں شامل ہونے کے فیصلے پر عمل پیرا ہیں۔اب مناسب وقت ہے کہ امریکہ خطے کے ابھرتے ہوئے نئے حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی حکمت عملی میں حالات کے مطابق ہم آہنگی پیدا کرے۔خصوصاً اس وقت جب دہشت گردی کے خلاف ہماری جنگ اپنے منطقی انجام کو پہنچنے کے قریب ہے اور انشاء اللہ' اختتامی اہداف بھی ایشیاء کے قلب کے ممالک کے اہداف سے ہم آہنگ ہوں گے جو نہ صرف خطے میں امن و استحکام کیلئے ایک اہم ضرورت ہے بلکہ عالمی امن کیلئے طاقت سے حاصل ہونے والے توازن کو مرکزیت بھی حاصل ہوگی۔یہ مثبت تبدیلیاں عالمی امن کیلئے بہت اہم ہیں۔

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم کے شب و روز

مولانا مدظلہ کے اسفار: ۲۱ر جنوری ۲۰۱۵ء کو قومی سیرت کونسل کے چیئرمین مولانا نور الحق قادری کی دعوت پر ''سیرت کانفرنس'' اسلام آباد میں شرکت کی اور تفصیلی خطاب فرمایا۔جس میں دیگر مسالک سے تعلق رکھنے والے علماء کرام اور سیاستدان بھی موجود تھے۔ ☆ اسی روز اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے زیر اہتمام دو روزہ قومی کانفرنس بعنوان بین المسالک ہم آہنگی کی آخری نشست کی صدارت کی اور تفصیلی خطاب فرمایا۔اس موقع پر سینٹر عبدالنبی بنگش، ریکٹر جناب یاسین معصوم زئی سمیت دیگر علمائے کرام موجود تھے۔☆ ۲۲ر جنوری کو لاہور میں جمعیۃ علماء اسلام (ف) کے زیر اہتمام ۲۱ ویں ترمیم اور قومی ایکشن پلان پر تحفظات کے حوالے سے منعقد ہونے والے کل جماعتی کانفرنس میں شرکت کی اور خطاب فرمایا جس میں تمام مذہبی اور سیاسی قائدین شریک تھے۔ ☆ ۲۳ر جنوری کو مال روڈ لاہور میں مسجد شہداء میں نماز جمعہ پڑھایا اور توہین آمیز خاکوں کے خلاف احتجاج اور پریس کانفرنس کی۔اس موقع پر جمعیۃ علماء اسلام کے سینکڑوں کارکنان موجود تھے۔

شاہ عبداللہ مرحوم کی تعزیت: ۲۸ر جنوری کو سعودی سفارت خانے اسلام آباد تشریف لے گئے اور خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ مرحوم کے انتقال پر تعزیت کی اور اپنے تعزیتی تاثرات تحریر کئے۔دارالعلوم میں شاہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی گئی، حضرت مہتمم نے نئے فرمانروا شاہ سلمان، امیر مقرن، امیر محمد بن نائف، شیخ عبداللہ المحسن الترکی، شیخ محمد سعد الدوسیری اور دیگر حضرات کو تعزیتی پیغامات بھیجے۔

دارالعلوم میں مہمانوں کی آمد: ☆ مولانا قاضی فضل اللہ فاضل دارالعلوم حقانیہ، کیلیفورنیا امریکہ سے تشریف لائے، حضرت مہتمم صاحب سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی اور مولانا محمد ابراہیم فانی مرحوم کی تعزیت کی اور بعد میں ایوان شریعت ہال میں طلبہ سے خطاب بھی فرمایا۔ ☆ ۳۱ر جنوری ۲۰۱۵ء کو برطانیہ کے معروف اخبار ''ڈیلی گارڈین'' کے پاکستانی نمائندے جان بون تشریف لائے، اور حضرت مدظلہ صاحب نے ان کو حالات حاضرہ کے حوالہ سے تفصیلی انٹرویو لیا۔ ☆ ۲۸۔جنوری ۲۰۱۵ء کو سابق جنرل اور معروف کتاب ''خاموشی کب تک'' کے مصنف جناب شاہد عزیز مولانا ناصر زیب حقانی کی معیت میں دارالعلوم تشریف لائے اور مہتمم صاحب سے ان کی رہائش گاہ پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا۔ ☆ میرپور سندھ کے مولانا احسان اللہ صاحب گھمبیر مہتمم جامعہ ابن عباس حمادیہ (واقع ٹھیڑھی بائی پاس) گزشتہ دنوں اپنے ساتھیوں جس میں مولانا محمد رحیم فاضل حقانیہ اور مولانا

قاضی گوہر رحمٰن صاحب فاضل نیوٹاؤن کراچی بھی شامل تھے، ہمراہ دارالعلوم تشریف لائے ۔حضرت مہتمم صاحب کی غیر موجودگی میں مولانا عرفان الحق نے انہیں دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کروایا۔

دارالعلوم میں اہل علاقہ اکوڑہ خٹک کا اجتماع : ۲۵ر جنوری بروز اتوار کو دارالعلوم حقانیہ میں زیر تعمیر جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ کی مشاورت کے سلسلے میں اہل علاقہ اکوڑہ خٹک کا ایک عظیم اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں اکوڑہ خٹک اور قرب و جوار سے تعلق رکھنے والے ہزاروں کی تعداد میں عمائدین علاقہ نے شرکت کی۔ اجتماع میں مسجد کی موجودہ صورتحال اور مالی مسائل کا بغور جائزہ لیا گیا۔ اہل علاقہ نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ دارالعلوم حقانیہ ہی کی وجہ سے اکوڑہ خٹک کو آج ایک بین الاقوامی اہمیت حاصل ہے۔ لہٰذا یہ مسجد دارالعلوم کی نہیں ہماری اپنی مسجد ہے، ہم اس کی تعمیر و ترقی میں بھرپور حصہ لیں گے، اجتماع میں اہل علاقہ کی اتنی کثیر تعداد میں شرکت اور عزم دیدنی تھا۔ اس موقع پر حضرت مہتمم ،مولانا انوار الحق ،مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کے علاوہ الحاج مسعود عباس سابق ایم این اے، جناب خلیل عباس اور جناب ذوالفقار باچا صاحبان کے علاوہ احقر سمیت دیگر شرکاء نے بھی اظہار خیال کیا۔ یہ اجتماع مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کی دعا پر بوقت عصر اختتام پذیر ہوا۔

دارالعلوم میں تقریب رونمائی : مؤتمر المصنفین سے دارالعلوم کے جید مدرس اور مصنف مولانا فیض الرحمان حقانی کی کتاب ”علامات الترقیم و اصول الاملاء “شائع ہوئی۔ جس کی تقریب رونمائی میں حضرت مہتمم ،مولانا رشید احمد مدرس حقانیہ، مفتی سجاد الحجابی اور مولانا عبدالقیوم حقانی صاحبان سمیت دیگر اساتذہ نے شرکت اور خطاب فرمایا۔

اظہار تعزیت : معروف سیاسی سیف اللہ خاندان کی نہایت قابل احترام خاتون ،سلیم سیف اللہ، انور سیف اللہ اور ہمایوں سیف اللہ و دیگر کی والدہ محترمہ کلثوم سیف اللہ کے انتقال پر اظہار تعزیت نماز جنازہ پشاور کے آرمی سٹیڈیم میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے پڑھایا ، دارالعلوم اور ادارہ الحق اور جمعیۃ علماء اسلام اس غم میں پورے خاندان کیساتھ شریک ہے اور مرحوم کے رفع درجات کیلئے دعا گو ہے۔

☆ دارالعلوم کے انتہائی قابل و فاضل مخلص مولانا محمد آیاز حقانی (کانگڑہ شبقدر) مہتمم جامعہ فریدیہ و مدیر ماہنامہ ”تجلیاتِ فرید“ کے والد گرامی گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے ،انکے رفع درجات کیلئے قارئین سے دعاؤں کی اپیل ہے۔

☆ جمعیت علماء اسلام کے قدیم ترین اور خیبر پختونخوا کے ابتدائی کارکن مولانا محمد عثمان صاحب گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے ۔مرحوم دینی تحریکات میں مولانا غلام غوث ہزارویؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا مفتی محمودؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے ، دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ گہری وابستگی کا ثبوت آخری دم تک دیا۔ شیخ الحدیثؒ کے تمام الیکشنوں میں بھرپور ساتھ دیا۔ تعزیت کیلئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور دیگر شیوخ و اساتذہ موضع تارو جبہ تشریف لے گئے اور مولانا مرحوم کی دینی اور علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

ادارہ

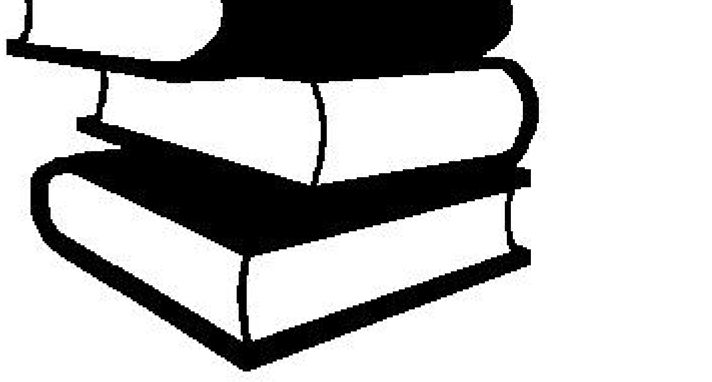

تعارف وتبصرہ کتب

● انعام ربانی از معارف قربانی .... حافظ مولانا محمد اقبال رنگونی

قربانی کی اہمیت وضرورت اور شریعت مطہرہ میں اس کا مقام ومرتبہ ایک مسلم حقیقت ہے، قرآن کریم وحدیث نبوی ﷺ میں اس کی فضیلت پر کافی ابحاث ملتے ہیں، اور فقہاء مذاہب اربعہ نے اس پر علیحدہ ابواب باندھے ہیں، ہر زمانے میں علماء کرام اور محققین نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب کے ان بعض بیانات کا خلاصہ ہے جو انہوں نے مختلف مقامات پر ذی القعدہ ورذی الحجہ کے مہینے میں قربانی کی عظمت وفضیلت کے موضوع پر تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی تھی، اس کتاب میں قربانی کی اہمیت، حقیقت، فضیلت کے حوالہ سے کافی تفصیل کے ساتھ بہت ہی اہم اور وقیع معلومات جمع کی گئی ہے، قربانی کے مسائل واحکام پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے، اپنے موضوع پر ایک اہم اور منفرد کتاب ہے، عام فہم انداز میں قربانی پر ہونے والے اعتراضات کا تسلی بخش جوابات دیئے ہیں، تاہم کتاب کی سیٹنگ، کمپوزنگ بعض ناگفتہ بہ مسائل کا شکار ہے، عنوانات وغیرہ واضح نہیں ہیں، حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب ایک جید محقق، مصنف اور مبلغ ہیں، اس سے پہلے بھی ان کے متعدد ضخیم کتابیں مختلف موضوعات پر منصۂ شہود پر آچکی ہے، تاہم حافظ صاحب کی تمام کتابیں کمپوزنگ سیٹنگ کے مسائل سے دوچار ہے، امید ہے آئندہ اس پر غور کرکے اس کے معیار کو اعلیٰ سے اعلیٰ تر کیا جائیگا۔ ۱۵۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ سے دستیاب ہے۔ (مبصر: محمد اسرار ابن مدنی)

● سہ ماہی نظریات (گوشہ بر تہذیب مغرب) .... حافظ طاہر اسلام عسکری

پورے عالم اسلام میں علمی سطح پر یاسیت کی کیفیت طاری ہیں اہل علم مفقود ہو رہے اور جو رہ گئے ہیں ان میں بیشتر یا تو وسائل سے محروم ہیں یا ان کی منزل کچھ اور ہے۔ لکھنے، لکھانے، پڑھنے، پڑھانے اور مطالعہ کی روایت تیزی سے دم توڑ رہی ہے۔ لیکن رسائل اتنی سرعت سے منظر عام پر آرہی ہیں کہ مطالعہ کرنے والے حیران وپریشان ہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ ان میں بہت کم ہی ایسے رسائل نظر سے گزریں گے جس میں کسی اہم اور

زندہ موضوع پر عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ انداز میں خامہ فرسائی کئی گئی ہو یا وہ رسالہ اہل علم وتحقیق کی نظر میں قدر وقیمت کی حامل ہو اس دور کو اگر رسائل سازی کا دور کہا جائے تو بے معنی نہ ہوگا۔رسائل سازی کے اس دور میں کوئی رسالہ ایسا نہیں ہے جو نسیم صبح کے خوشگوار جھونکے کی طرح دل ودماغ کو معطر کر سکے۔عصر حاضر میں امت مسلمہ کو درپیش زندہ اور اہم مسائل کے بنیادی اور اہم اسباب اور عوامل سے عموماً یہ رسائل لاتعلق رہتے ہیں اس کے علاوہ مردہ مسائل ،مباحث ،معاملات اور موضوعات کو زیر بحث لاتے ہیں اور ان موضوعات میں اپنے آپ کو محدود رکھ کر فروعی مسائل میں الجھتے رہتے ہیں۔ان رسائل میں مغربی فکر وفلسفہ کے حوالے سے تشنگی محسوس کی جارہی ہے مغربی فکر وفلسفہ کے افہام اور تفہیم اور اس کے ردونقد کے حوالہ سے کماحقہ کام نہیں ہورہا ہے،تاہم اس عہد میں چند اہل فکرونظر ایسے بھی ہیں جنہوں نے مغربی تہذیب وفلسفہ کے افہام وتفہیم کیلئے اپنے رسائل کے صفحات وقف کردیا ہے انہی میں ایک اہم نام جناب حافظ طاہر اسلام عسکری صاحب کی بھی ہیں جنہوں نے مغربی تہذیب اور فلسفہ کے افہام وتفہیم کے حوالے سے سہ ماہی نظریات کے خصوصی اشاعت ’’گوشہ بر تہذیب مغرب‘‘ کے نام سے منظر عام پر لاچکے ہیں ،حافظ طاہر اسلام عسکری صاحب ایک جید عالم اور محقق ہیں ، سہ ماہی نظریات کے مدیر کے حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں ،زیر نظر شمارہ ’’گوشہ برتہذیب مغرب‘‘ وقیع علمی مقالات سے معمور ہیں ،جناب سید خالد جامعی ،جناب محمد زاہد مغل اور جناب ظفر اقبال صاحبان نے مغربی تہذیب کے مختلف گوشوں پر نہایت عالمانہ اور محققانہ انداز اور شگفتہ اسلوب میں اہل فکرونظر کو مغربی تہذیب سے واقفیت اور آگاہی کی دعوت فکر دی ہے،نظریات میں شامل تمام مضامین بصیرت افروز ہیں،عسکری صاحب قابل صد مبارکباد ہے کہ انہوں نے نظریات کی اس خصوصی اشاعت کو خوبصورت پرائے اور بہترین انداز میں شائع کر کے اُمت پر عظیم احسان کیا۔امید ہے کہ اہل علم وتحقیق اسکی قدر آفزائی کرینگے،اللہ اسے شرف قبولیت سے نوازے اور اسکے مدیر کو مزید علمی خدمات کی توفیق عطاء فرمائے۔ ۹۶ صفحات پر مشتمل نظریات کی یہ خصوصی اشاعت ادارہ بحث وتحقیق، گلی نمبر ۱،سلمان پارک،بینک سٹاپ فیروز پور روڈ لاہور سے دستیاب ہے۔قیمت فی شمارہ ۹۰ روپے۔ (مبصر:محمد اسلام حقانی)

● **تعلیم امن اور اسلام** .... **مجلس تحقیقات اسلامی**

اسلام امن وآشتی کا مذہب ہے۔ظلم ،جبر،زیادتی اس کے مزاج کے مطابق حرام ہے۔اسلام نے امن وسلامتی کے پیغام کو عام کرنے کے لئے ’’السلام علیکم‘‘ سے ابتداء کی۔جس کی نظیر دیگر مذاہب عالم میں ناپید ہے۔زیر تبصرہ کتاب تعلیم امن او راسلام اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے جس میں امن کے حوالے

سے اسلامی تعلیمات کو بالکل ایک اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ کتاب دینی مدارس کے ساتھ ساتھ عصری اداروں کے ثانوی درجات کے لئے مرتب کی گئی...... کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''کتاب تعلیم امن اور اسلام کے بعض ابواب تو ہر مسلمان، عالم دین، سیاستدان، لیڈر اور سماجی شخصیات کے لئے انتہائی مفید ہیں۔ جو علاقائی اور معاشرتی سطح پر منفی رویوں اور تنازعات کے خاتمے میں موثر ثابت ہوگی ان شاء اللہ''۔ زیر تبصرہ کتاب ظاہری و باطنی حسن کی وجہ سے ''عروس جمیل درلباس حریر'' کی مصداق بن گئی۔ کتاب کی تدوین وترتیب پر ادارہ امن وتعلیم اور مجلس تحقیقات اسلامی قابل صد تحسین و تبریک ہیں۔ کتاب مجلس تحقیقات اسلامی سے ان رابطہ نمبروں 0334-9429981 - 0336-9718284 سے بذریعہ ڈاک بھی منگوائی جاسکتی ہے۔ (مبصر: محمد اسلام حقانی)

● آسان فقہی مسائل .... مولانا عمر فاروق

خوشی ہو یا غمی، ولادت ہو یا فوتگی شادی ہو یا طلاق، تجارت ہو یا کاروبار غرض یہ کہ ولادت سے لے کر موت تک روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے واقعات اسلامی طرز زندگی سے متصادم نہیں بلکہ ان کے ہم آہنگ ہیں یہ اور بات ہے کہ بہت سے باتوں کا ہم کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ شریعت مطہرہ میں اس کا حکم اور طریقہ کیا ہے؟ ہر زمانے کے علماء کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ عوام الناس کو ان مسائل سے بہرہ ور کیا جائے تاکہ وہ اپنی زندگی رسم ورواج سے ہٹ کر اسلامی اصولوں کے مطابق گزار سکیں۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مولانا عمر فاروق صاحب نے انتھک کوشش کرکے ایمانیات، طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، تجارت وغیرہ میں اکثر پیش آنے والے مسائل کو عام فہم اور آسان انداز میں جمع کرکے عوام پر بہت احسان کیا ہے۔ مولانا بشارت الٰہی صاحب کی تخریج نے کتاب کی خوبیوں کو دوبالا کیا ہے، عام طور پر بچے تو مدارس میں پڑھ کر مسائل سیکھ جاتے ہے اور اب تو تربیتی نصاب نے بچوں کے مدارس کو چار چاند لگا دیئے کہ اس کو پڑھنے والا بچہ ناظرہ قرآن کے ختم کیساتھ ساتھ اسلام کے بنیادی مسائل سے بھی آگاہ ہوجاتے ہیں' لیکن بڑی عمر کے لوگوں کو اب بھی مسائل سیکھنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ اس دشواری کے پیش نظر مولف کتاب نے بڑی جانفشانی کے ساتھ ہر مسئلہ کو عام فہم اور عوام کے فہم کے مطابق سلیس اردو میں مرتب کیا ہے، اللہ مولف کے اس کاوش اور مساعی کو شرف قبولیت سے نوازے۔ امین

ناشر مکتبہ بیت العلم اردو بازار کراچی، قیمت ۳۵۰ روپے۔ نوٹ یہ کتاب آپ مکتبہ سعید سے بذریعہ V.P بھی منگوا سکتے ہیں۔ (مبصر: مولانا منفعت احمد حقانی)